عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۹ تا ۲۵/شوال ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/نومبر ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۴۴

قیمت: ۷ روپے

اسلام کے سائے میں

امن کا داعی مذہب

زبان کی حفاظت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

امام کی اقتداء میں ثناء کب تک پڑھے؟

س:..... سری نماز و جہری نماز میں مقتدی کو ثناء کیسے ادا کرنی چاہئے، یعنی سری نماز میں کب تک اور جہری نماز میں کب تک پڑھنی چاہئے؟

ج:..... جب امام قرأت شروع کردے تو ثناء چھوڑ دینی چاہئے اور سری نماز میں جب تک یہ خیال ہو کہ امام نے قرأت شروع نہیں کی ہوگی، ثناء پڑھ لے، اس کے بعد چھوڑ دے۔

مقتدی کی ثناء کے درمیان اگر امام سورۂ فاتحہ شروع کردے تو مقتدی خاموش ہوجائے:

س:..... امام کے سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے میں نے ثناء پڑھنی شروع کردی اور درمیان میں امام نے سورۂ فاتحہ شروع کردی، اس وقت بقیہ ثناء اور تعوذ و تسمیہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:..... جب امام قرأت شروع کردے تو ثناء پڑھنا وہیں پر بند کردے۔ تعوذ و تسمیہ قرأت کے تابع ہیں، اس لئے ان کو امام اور منفرد پڑھے، مقتدی نہیں۔ مقتدی صرف ثناء پڑھ کر خاموش ہوجائے۔

امام کے ساتھ ارکان کی ادائیگی:

س:..... جماعت کی نماز کے دوران امام جب رکوع و سجود کرتا ہے تو کیا اس کے ساتھ ساتھ رکوع وسجدہ میں جایا جائے یا بعد میں جایا جائے یعنی جب امام سجدہ میں چلا جائے تب مقتدی سجدہ کرے؟

ج:..... مقتدی کا رکوع وسجدہ اور قومہ وجلسہ امام کے ساتھ ہی ہونا چاہئے بشرطیکہ مقتدی، امام کے رکن شروع کرنے کے بعد اس رکن کو شروع کرے، نیز یہ کہ امام سے آگے نکلنے کا اندیشہ نہ ہو، اگر امام کے اٹھنے بیٹھنے کی رفتار سست ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس امام کے ساتھ ہی انتقال شروع کیا تو امام سے آگے نکل جائے گا تو ایسی حالت میں تھوڑا سا توقف کرنا چاہئے۔

مقتدی تکبیر کب کہے؟

س:..... مقتدی امام کے پیچھے کس طرح نماز ادا کریں؟ امام کے منہ سے "اللہ" نکلتے تو فوراً عمل شروع کردیں؟

ج:..... امام کے تکبیر شروع کرنے کے بعد آپ تکبیر کہہ سکتے ہیں، مگر اس (بات) کا خیال رکھا جائے کہ تکبیر امام سے پہلے شروع نہ کی جائے اور امام سے پہلے ختم بھی نہ کی جائے۔

مقتدی کو تکبیریں آہستہ کہنی چاہئیں:

س:..... مردوں کیلئے فرض نماز کی رکعتوں میں تکبیر اور ثناء (ظہر وعصر کے علاوہ) آواز بلند پڑھنے کا حکم ہے، مسجد میں بھی (جماعت کے علاوہ) کیا ایسا کرنا چاہئے؟ عموماً لوگ مساجد میں فرائض بھی خاموشی سے ادا کرلیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

ج:..... بلند آواز سے تکبیر امام کہتا ہے، مقتدی کو اور منفرد کو تکبیریں آہستہ کہنی چاہئیں اور ثناء تو امام بھی آہستہ پڑھے۔

مقتدی تکبیرات کتنی آواز سے کہے؟

س:..... بعض لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوئے امام کی تکبیروں کے ساتھ ساتھ تکبیریں کہتے ہیں اور کہتے بھی بالجہر ہیں یعنی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے دو تین اشخاص با آسانی ان کی آواز سن اور سمجھ سکتے ہیں، کیا ان کی نماز ہوجاتی ہے؟

ج:..... مقتدی کو تکبیر آہستہ کہنی چاہئے اور آہستہ کا مطلب یہ ہے کہ آواز صرف اس کے کانوں کو سنائی دے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

ہفت روزہ ختم نبوة

جلد: ۲۴ شمارہ: ۴۴ ۱۹ تا ۲۵ / شوال ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ / نومبر ۲۰۰۵ء

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

مولانا محمد اکرم طوفانی

مولانا اللہ وسایا

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر
مولانا نذیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا

قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد عظیم
محمد فیصل عرفان

شمارے میں

حکمرانوں کی مدہوشی اور قادیانیت کی چالبازی	(اداریہ)	4
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	(احمد مصطفیٰ صدیقی)	6
زبان کی حفاظت کیجئے	(مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ)	11
امن کا داعی مذہب	(مولانا محمد احمد عبد المجیب قاسمی)	14
اسلام کے سائے میں	(ترجمہ: مسعود حسن حسنی)	18
اخوت و مساوات کے عملی نمونے	(ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی)	23
شہدائے ختم نبوت کا ذکر	(قاری عبد الوحید قاسمی)	25

زر تعاون بیرون ممالک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۴۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۲۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ ۷ روپے۔ ششماہی ۱۷۵ روپے۔ سالانہ ۳۵۰ روپے
چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 9-363 الائیڈ بنک اکاؤنٹ نمبر 2-927 ... کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۸۳۴۸۶، ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمرانوں کی مدہوشی اور قادیانیت کی چالبازی

ہمارے ملک کے حکمرانوں کی عجیب ریت ہے کہ جب تک وہ حکمران نہیں ہوتے ان کے سوچنے اور سمجھنے کی حالت ٹھیک نہیں ہوتی ہے مگر جیسے ہی ان پر حکمرانی کا بھوت سوار ہوتا ہے اور اقتدار کا نشہ ان کے دماغ پر چڑھتا ہے' ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ نہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور نہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور نہ ہی اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے ان پر ایسے لوگ مسلط ہوجاتے ہیں کہ وہ ان کو اس دنیا سے نکال کر کسی دوسری دنیا میں لے جاتے ہیں اس کا بارہا تجربہ ہوا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے علماء کرام کے ایک وفد نے ملاقات کی اور ان کو ایسا سینئر شپ جج کی زائد درخواستوں کے سلسلے میں تفصیل بتائیں جس پر انہوں نے کہا کہ یہ ضرور منظور ہونی چاہئیں۔ ابھی اجلاس بلا رہا ہوں ابھی منظور کرا کر آپ کو مطلع کروں گا۔ اجلاس سے واپس تشریف لائے تو ان کا رخ بدلا ہوا تھا۔ انہوں نے اتنی مشکلات بیان کردیں اور وہ منظور کرنے سے صاف انکار کردیا۔ یہ تو عام بات ہے ملکی سالمیت کا مسئلہ ہو اور علماء کرام تفصیل کے ساتھ اصل حقائق سے کسی حکمران کو آگاہ کریں تب بھی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ پاکستان قائم ہوا اور ظفر اللہ نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے پاکستان کے بجائے قادیانیت کے فروغ کا کام شروع کردیا' حکمرانوں کو اس کی شرانگیزیوں سے آگاہ کیا گیا۔ ثبوت کے ساتھ سفارت خانوں کی کارکردگی اور قادیانیت کے لٹریچر کی تقسیم اور بعض حکمرانوں کے ریمارکس کہ پاکستان کے سفارت خانے ہیں یا قادیانیت کے تبلیغی مراکز' مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کے فروغ کے سدباب کے بجائے ان علماء کرام کو کانگریسی قرار دے کر ان کے خلاف مقدمات بنادیتے۔ بڑی مشکل سے لیاقت علی خان کو قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تفصیل کے ساتھ قادیانیت کی شرارتوں سے آگاہ کیا اور ان کے ذہن میں بات آئی تو اچانک ان کو قتل کردیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں مرزا بشیر الدین نے واضح اعلان کیا کہ ۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ میں بدل دیا جائے اور اس سلسلے میں باقاعدہ کام شروع کردیا گیا۔ وزیر خارجہ ظفر اللہ نے سیرت النبی کانفرنس کراچی میں اسلام کو مردہ قرار دے کر قادیانیت نشہ اقتدار کی مدہوشی سے نہ نکلے تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ' خواجہ ناظم الدین جیسے دیندار وزیراعظم کے پاس گئے اور ان کو تفصیلات سے آگاہ کیا مگر خواجہ ناظم الدین نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بجائے احرار اسلام کو کانگریسی کا خطاب دے کر ان کے خلاف کارروائی کا حکم دیا اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو کچلنے کے لئے فوج کا سہارا لیا۔ جنرل اعظم نے قادیانیت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور دس ہزار مسلمانوں کو شہید کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا۔ پورے پاکستان کی پولیس اور فوج مسلمانوں پر گولیاں چلاتی رہی اور حکمران قادیانیت نوازی کی بدترین مثال قائم کرتے ہوئے اور ملعون کو مطعون کرتے رہے اور قادیانیوں کو تحفظ دیتے رہے۔ خواجہ ناظم الدین کے بعد دوسرے حکمرانوں کی بھی یہی خواہش رہی تا آنکہ جناب ذوالفقار علی بھٹو مسند اقتدار پر براجمان ہوئے تو قادیانیوں نے ان کی حمایت کر کے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ فضائیہ کا سربراہ قادیانی' آرمی فوج کے دسیوں جنرل قادیانی' نیوی میں قادیانیوں کی بھرمار' پی آئی اے میں چالیس سے زائد پائلٹ اہم آفیسر قادیانی یہاں تک کہ شعبہ میں اس کا انچارج بھی قادیانی۔ ایسا لگتا تھا کہ ملک قادیانیوں کا ہے' ایسے

میں مرزا ناصر کو سالانہ جلسہ میں فضائیہ کے جہازوں کے ذریعہ سلامی دی تو مجلس تحفظ ختم نبوت اور مسلمانوں کے حلقوں میں تہلکہ مچ گیا اور مرزا طاہر نے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر نشتر کالج کے طلبہ کو ختم نبوت زندہ باد نعرے لگانے کے پاداش میں ہزاروں افراد کے ہمراہ سخت زدوکوب کیا۔ محدث العصر علامہ بنوریؒ نے تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا تو قادیانیت افسران کی لابی میدان میں آگئی اور مظاہرین پر گولیاں چلانا شروع کردیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کو گھیرے میں لے لیا آخرکار تحریک کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھٹو نے قومی اسمبلی میں مسئلہ حل کرنے کا وعدہ کیا۔ اس سلسلے میں مولانا بنوریؒ اور مولانا مفتی محمود صاحب نے بھٹو صاحب سے ملاقات کی تو اس نے کہا کہ اگر میں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو قتل کردیا جاؤں گا۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب سے مفتی محمودؒ نے احتجاج کیا کہ قادیانیوں کو اہم عہدوں پر فائز کیا جارہا ہے تو جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ قادیانی وطن کے وفادار ہوتے ہیں۔ مفتی محمود صاحبؒ نے تفصیل بتائی تو اس کی آنکھیں کھلیں۔ نواز شریف کے دور میں بھی ایسا ہی ہوا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ جنرل مشرف صاحب کے اقتدار پر آتے ہی ان کو بھی قادیانیوں نے اپنی چالبازیوں نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی اہلیہ قادیانی ہے اگرچہ اس کی تردید کی گئی ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے قریبی رشتے دار قادیانی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ افغانستان کے خلاف جو پالیسی بنائی گئی ہے اس میں بھی قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔ جنرل مشرف کو شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے موقع پر بھی قادیانیوں کی فریب کاریوں اور چالبازیوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی مگر اقتدار کی مدہوشی میں وہ علماء کرام کی تمام نصیحتوں کو فراموش کرگئے اور اس وقت صورتحال یہ ہے کہ پی آئی اے میں اکثر افسران قادیانی ہیں۔ پائلٹوں میں اتنے قادیانی ہیں کہ کسی مسلمان کو آگے آنے نہیں دیتے' اہم عہدوں پر قادیانیوں کو فائز کیا گیا ہے' سی بی آر جو ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس میں بے شمار قادیانیوں کو بھرتی کیا گیا ہے۔ اس طرح دیگر محکموں میں بھی قادیانیوں کی بھرمار کی جارہی ہے۔ جی ایچ کیو اور دیگر محکموں میں بھی قادیانیوں کی تعیناتی ہورہی ہے' ایسی صورت میں ایک طرف پاکستان کو دنیا بھر کے مسلمانوں سے الگ کیا جارہا ہے دوسری طرف پاکستان کی بقا خطرہ میں ہے۔ رہی سہی کسر طالبان مخالف پالیسی نے پوری کردی۔

ہم حکومت کو ان سطور کے ذریعہ متنبہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قادیانی اسلام کے وفادار نہیں ہیں تو پاکستان کے کیسے وفادار ہیں۔ ان کے جھوٹے پیغمبر مرزا غلام احمد قادیانی اور خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے پاکستان ختم ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور اب وہ پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ثابت کرسکیں کہ ان کے پیغمبر اور خلیفہ ثانی کا قول سچا تھا مگر جس طرح ہر محاذ پر قادیانیوں کو عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑا اس موقع پر بھی ذلیل و خوار ہوں گے مگر حکومت کو چاہیے کہ فوری طور پر ان قادیانیوں کو عہدوں سے الگ کردیں تاکہ ملک کا استحکام اور تحفظ ممکن ہوسکے۔ قادیانیوں پر اعتماد کرنے والے حکمرانوں کا انجام بھی سابقہ حکمرانوں جیسا ہی ہوگا' تاریخ اس کی شاہد ہے۔

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کیے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

احمد مصطفیٰ صدیقی

ابو سلیمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب ابن لوئی (خالد بن ولید) قبیلہ قریش سے تھے اور آپ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

ولادت:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سن ولادت سے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ قیاس ہے کہ وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بچپن میں ان کے ساتھ کھیلتے کودتے تھے اور ایک مرتبہ ہنسی مذاق میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی توڑ دی تھی' اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان کے ہم عصر ہوں گے۔

ظہور اسلام کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ستائیس برس کے تھے' لہٰذا حضرت خالد بن ولید بھی اس لحاظ سے کچھ اتنے ہی یا اس سے کچھ زیادہ یا کم عمر کے ہوں گے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ دونوں ہم عمر تھے تو اس حساب سے حضرت خالدؓ بن ولید کا سن ولادت ۵۸۳ء یعنی پیغمبر اسلام کے سن ولادت سے بارہ سال بعد کا عرصہ قرار پایا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ولید اور کنیت عبدالشمس تھی' وہ مغیرہ مخزومی کے بیٹے تھے جو اہل قریش میں صائب الرائے' فصیح البیان خطیب اور صاحب فہم و فراست فرد خیال کئے جاتے تھے۔

ان کی فضیلت علمی کے باب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے ہی انہوں نے شراب پینا چھوڑ دی تھی اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا تجویز کی' اس کے بعد میں اسلام نے بھی توثیق ثبت کردی۔

ان کی شخصی عظمت کے باب میں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ "عدل قریش" کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ خانہ کعبہ کا غلاف جو قریش کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا تھا' ایک سال صرف وہی اکیلے خانہ کعبہ پر غلاف آویزی کرتے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر غلاف آویزی کی سعادت حاصل کرتے تھے' اس کے علاوہ ولید بن مغیرہ مخزومی حج کے دنوں میں منیٰ کے مقام پر تمام حاجیوں کو کھانا بھی کھلایا کرتے تھے' نیز یہ کہ کوئی شخص خانہ کعبہ میں جوتیاں پہن کر داخل نہ ہو' ان ہی کی قائم کردہ پاکیزہ رسم ہے۔

ولید بن مغیرہ اپنے عقائد میں چونکہ بے حد پختہ تھے' اس لئے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دینا شروع کی تو انہوں نے خوب ڈٹ کر مخالفت کی' لیکن ایک مرتبہ جب قرآن حکیم سننے کا موقع ملا تو ان کا دل بے ساختہ پکار اٹھا کہ یہ ضرور آسمانی کلام ہے' انسان پکار اٹھا کہ یہ ضرور آسمانی کلام ہے' انسانی کلام ہرگز نہیں' مگر افسوس ولید بن مغیرہ کو چونکہ قریش میں بڑی اہمیت حاصل تھی' اس لئے وہ اس جھوٹے وقار اور سرداری کو قائم رکھنے اور غرور و تکبر کا شکار ہونے کے سبب اسلام قبول کرنے کی سعادت سے مرتے دم تک محروم رہے۔

خالد بن ولید کے بھائی کتنے تھے؟ اس سے متعلق بھی مورخین میں اختلاف ہے' کوئی کہتا ہے دس تھے' کوئی کہتا ہے تیرہ' لیکن صحیح یہ ہے کہ سات بھائی تھے' جن میں سے ہاشم بن ولید اپنے بھائی خالد بن ولید سے پہلے مسلمان ہوئے اور آخر تک ثابت قدم رہے۔ ایک بھائی ولید تھے جن پر قریش اور ان کے خود اپنے سگے بھائیوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سخت ظلم و ستم ڈھائے' وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی' ان کے لئے دعا مانگا کرتے تھے' کہا جاتا ہے کہ خالدؓ بن ولید اپنے انہی بھائی ولید بن ولید کی کوششوں سے مسلمان ہوئے' ان کے باقی جو چار بھائی تھے وہ بھی اسلام لانے کی سعادت سے محروم رہے۔

خالدؓ بن ولید کی والدہ کا نام لبابۃ الصغریٰ تھا۔ ان کے اسلام لانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے' صاحب کتاب الاصابہ انہیں مسلمان بتاتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے تک حیات رہیں' لیکن ابن عمران کا اسلام لانا تسلیم نہیں کرتے' اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ

مسلمان تھیں کہ نہیں؟

لبابۃ الصغریٰ جو اپنے شوہر ولید بن مغیرہ کی ہم نسب تھیں' معلوم نہیں اپنی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں کہ چھوٹی' لبابۃ الصغریٰ سمیت یہ کل نو بہنیں تھیں' جن میں سے ایک میمونہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں' دوسری ام الفضل لبابۃ الکبریٰ زوجہ عم رسول سیدنا عباس بن عبدالمطلب' تیسری اسماء بنت حارث زوجہ ابی بن خلف الجمی جن کے بطن سے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابان پیدا ہوئے۔ چوتھی عزہ بنت حارث زوجہ زیاد بن عبداللہ بن مالک الہلالی۔ پانچویں سمت بنت عمیس (یہ باپ کی طرف سے سوتیلی بہن تھیں) جو سب سے پہلے علی بن ابی طالب کے بھائی سیدنا جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں' ان کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق کے عقد اور پھر آخر میں وہ سیدنا علی بن ابی طالب کی زوجیت میں میں آ گئیں۔ چھٹی ہزیلہ بنت حارث' کسی اعرابی سے بیاہی گئیں' یہ اکثر اپنی بہن میمونہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی' مکھن اور پنیر بھیجا کرتی تھیں۔ ساتویں سلمٰی بنت عمیس بھی سوتیلی بہن تھیں۔ یہ پہلے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔ ان کی شہادت کے بعد شداد بن اسامہ بن ہاد اللیثی کے عقد میں آ گئیں۔ آٹھویں سلامہ بنت عمیس بھی سوتیلی بہن تھیں۔ یہ عبداللہ بن کعب خثعمی سے بیاہی گئیں۔ مختصراً یہ کہ خالدؓ بن ولید کی والدہ لبابۃ الصغریٰ بنت حارث اپنے سمیت کل نو بہنیں تھیں اور باقی دو باپ کی طرف سے سوتیلی تھیں۔ ان میں سے ایک دو کے سوا جن کے اسلام لانے سے متعلق مورخین میں اختلاف ہے' باقی سب کی سب اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں' سب سے بڑھ کر میمونہ کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ وہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلائیں۔

پرورش و تربیت:

خالد بن ولیدؓ ایک ایسے امیر کبیر باپ کے بیٹے تھے' جس کے مکے سے طائف تک بے شمار باغات تھے' اور روپے پیسے کی کسی طرح کی نہیں تھی' ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں خالدؓ نے شاہانہ انداز میں پرورش پائی ہوگی وہ عام طور پر امراء کے لاڈلے بیٹوں کی طرح گھوڑے کی سواری اور گھڑ دوڑ وغیرہ دلچسپ مشغلوں میں لگے رہتے تھے اور چونکہ وہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم کے ایسے ایک مشہور خاندان سے تھے' جسے قریش کی طرف سے فوجی کیمپ کا انتظام اور فوجوں کی سپہ سالاری کرنے کی خدمت سونپی گئی تھی' لہٰذا جب خالدؓ بن ولید جوان ہوئے تو ان کے قبیلے بنی مخزوم نے یہ خدمت ان ہی کو تفویض کی۔ واضح رہے کہ خالدؓ کے باپ ولید نے ہجرت نبوی کے تین مہینے بعد پچانوے برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اب قیاس کر لیجئے کہ خالدؓ بن ولید کو اپنے باپ ہی کی زندگی میں یہ منصب جو حاصل ہوا تو اس وقت ان کی عمر کیا ہوگی؟

خالد بن ولید فنون حرب میں لاجواب تھے' سارے عرب میں کوئی ان کے پائے کا سپہ سالار اور تلوار کا دھنی نہیں تھا' یہ نتیجہ تھا ایک ایسے قبیلے میں پیدا ہونے کا جو شجاعت و قوت اور وجاہت و عزت میں اپنی مثال آپ تھا۔

قریش کے ایک مشہور قبیلے بنی مخزوم کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں قبہ اور اعنہ کا کام تھا یعنی فوجوں کے خیمے لگوانے اور سپہ سالاری کرنے کی خدمت خالدؓ بن ولید کو سونپی گئی۔ دستور یہ تھا کہ اہل قریش جنگ کے لئے جتنا سامان اکٹھا کرتے وہ سب کا سب انہی کی تحویل میں رہتا تھا۔ اس کے علاوہ جنگی گھوڑوں کا معائنہ اور ان کی دیکھ بھال بھی انہی کو کرنی پڑتی تھی۔

اب رہی یہ بات کہ ان کا ذریعہ معاش کیا تھا تو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ ایک ایسے امیر کبیر باپ کے بیٹے تھے' جس نے اپنی اولاد کے لئے اس قدر مال و دولت چھوڑا تھا کہ زندگی بھر اسے کوئی تجارت یا پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہاں البتہ یہ قیاس ضرور کیا جا سکتا ہے کہ جیسے دیگر معززین قریش اپنے ملازموں کو تجارتی سفر پر بھیج کر گھر بیٹھے کاروبار کیا کرتے تھے ایسے ہی خالد بن ولید بھی تجارت کرتے ہوں گے' لیکن خالدؓ بن ولید نے خود اس غرض کے لئے مکے سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا۔

خالدؓ بن ولید کی جنگی مہارت کے بارے میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ وہ قدرت ہی کی طرف سے جنگی دل و دماغ لے کر آئے تھے' کیونکہ فنون حربیہ کے سلسلے میں وہ کسی کی تربیت کے محتاج نہیں ہوئے' انہوں نے اگر کہیں تربیت پائی ہے تو وہ صرف جنگ کے میدان میں جہاں وہ اپنے باپ کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر داد شجاعت دیا کرتے تھے' یہ اسی تربیت کا اثر تھا کہ خالد بن ولید نہایت دلیر' بہادر اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑنے والے نڈر سپاہی بن گئے۔

اسلام دشمنی:

ابتدا میں خالدؓ بن ولید بھی اسلام کے اتنے ہی دشمن تھے کہ جتنے دوسرے سرداران قریش' جب مسلمانان مدینہ اور مشرکین مکہ کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو خالد بن ولید کی بھی پوری کوشش یہی ہوتی تھی کہ مدینہ پر کامیاب حملہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو یکسر مٹا دیا جائے تاکہ انہیں دنیا میں پنپنے کا کبھی موقع نہ مل سکے۔

غزوۂ احد جس میں پہلے میدان جنگ

مسلمانوں نے سر کر لیا تھا لیکن خالدؓ بن ولید ہی کے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے سے کافروں کی شکست فتح میں بدل گئی۔ اگر مسلمانوں نے اپنی جگہ سے ہٹنے میں تھوڑا صبر کیا ہوتا جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحکم ثانی کھڑے رہنے کی تاکید فرمائی تھی تو غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ احد سے کفار مکہ کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمر ٹوٹ جاتی اور وہ پھر کبھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے۔

اس موقع پر خالدؓ بن ولید نے مسلمانوں کی اس غلطی سے فائدہ اٹھایا یعنی عین اسی وقت جب مسلمان مال غنیمت لوٹ رہے تھے، پیغمبر اسلام کے مقررہ تیر اندازوں کو اپنے مقام پر ایستادہ نہ پا کر مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور اس طرح سے اس جنگ کا خالد بن ولید کی دور اندیشی جنگی چال اور تدبیر سے پانسہ پلٹ گیا۔

غزوۂ احد سے ایک مدت بعد جب غزوۂ خندق کا واقعہ پیش آیا تو اس موقع پر بھی خالدؓ بن ولید اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے میں پیش پیش تھے، وہ خندق کے کنارے کنارے تمام دن گشت کرتے رہے، جس سے انہیں یہ معلوم ہو سکے کہ آیا خندق کا کوئی حصہ کہیں سے ایسا کمزور بھی ہے کہ جہاں سے مسلمانوں پر آسانی سے حملہ کیا جا سکے، لیکن خالدؓ بن ولید کو خندق پار کرنے کا موقع نہ مل سکا، تاہم وہ تیروں کی بوچھاڑ کے باوجود خندق پار کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے۔

غزوۂ خندق میں جب مسلمانوں کی تیغ خارا شگاف سے لشکر کفار میں بھگدڑ مچی تو اس وقت خالدؓ بن ولید اور عمرو بن عاص یہ دو افراد ہی ایسے تھے کہ جن پر کفار بھروسا کر سکتے تھے، چنانچہ یہ دونوں بھاگتے ہوئے لشکر کے پیچھے پیچھے رہے تاکہ وہ کسی غیر متوقع خطرے کی صورت کا مقابلہ کر سکیں اور مسلمانوں کے حملے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبر اسلام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کے طواف کا قصد فرمایا اور کفار مکہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے مزید تحقیقات کے لئے خالد بن ولید ہی کو مقرر کیا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید اپنے ساتھ دو سو سوار لے کر چل پڑے اور کراع الغمیم کے مقام پر پہنچ کر ان کے پیغمبر اسلام کے قافلے سے مڈبھیڑ ہوئی۔

خالدؓ بن ولید نے چاہا کہ جب مسلمان ادائے نماز میں مشغول ہوں ان پر پیچھے سے حملہ کر دیا جائے، مگر پیغمبر اسلام کو ان کے ارادے کا پتہ چل گیا اور انہوں نے "صلوٰۃ خوف" ادا کرنے کا حکم فرمایا، یعنی باری باری ایک دستہ نماز پڑھے اور ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے پہرہ دے تاکہ دشمن موقع پا کر مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکے۔

خالدؓ بن ولید کو اسلام اور مسلمانوں سے جس قدر نفرت اور دشمنی تھی اس کا اندازہ کچھ اس واقعے سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے واقعہ کے ایک سال بعد کئے گئے معاہدے کے مطابق حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کرنے کے لئے مکے میں داخل ہوئے تو خالدؓ بن ولید مکے سے باہر چلے گئے، کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

قبول اسلام:

حضرت خالدؓ بن ولید کے اسلام لانے سے متعلق مختلف روایات ہیں، لیکن ان سب میں صحیح ۸ ہجری ہے، جس میں آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے اسلام کیسے قبول کیا؟ اس کا سبب انہی کی زبانی سنئے! فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل و کرم کرنا چاہا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی طرف لگاؤ پیدا کر دیا اور مجھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بخشی۔

اکثر سوچا کرتا تھا کہ میں پیغمبر اسلام کو مٹانے کی کوشش میں نہ خود ہی کبھی کامیاب ہو سکا اور نہ کسی اور کو کامیابی ہوئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ آخرکار ایک دن میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں جس راستے پر چل رہا ہوں وہ یقیناً غلط ہے، مجھے محسوس ہوا کہ کوئی غیبی طاقت اپنے زور قوت سے میرے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ پیدا کر رہی ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر اسلام عمرۃ القضا کے لئے مکے میں داخل ہوئے تو میں وہاں سے نکل چکا تھا، میرے بھائی ولید جو مسلمان ہو چکے تھے اور پیغمبر اسلام کے ہمراہ تھے، ان کی معرفت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا، مگر میں تھا کہاں؟ اس پر میرے بھائی نے مجھے ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: مجھے تعجب ہے تم اسلام سے اس قدر نفرت کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تمہارے جیسا عقلمند آدمی بھی اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت فرمایا اور پوچھا ہے کہ خالدؓ کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ خالدؓ کو اللہ تعالیٰ ہی لائے تو لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خالدؓ جیسے شخص اسلام کی حقیقت سے کچھ ناواقف نہیں رہ سکتے، اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مشرکوں اور کافروں سے لڑتے تو یہ ان کے لئے بہت ہی اچھا ہوتا۔"

"اے بھائی (خالد) تم بہت دنوں سے گمراہی میں گرفتار چلے آ رہے ہو، اب حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کرو تاکہ سیدھی راہ پر آ جاؤ اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ

اندھیرے سے نکل کر حق کے نور کی روشنی میں چلے آؤ۔"

بھائی کا یہ خط پڑھ کر میرے دل پر بے حد اثر ہوا' جس سے مجھے اسلام سے بے حد رغبت ہوگئی' سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات سے ہوئی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں میرے بھائی سے کہی' آخرکار میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں مکہ سے نکل کر مدینے پہنچوں گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ کر دل و جان سے اسلام قبول کرلوں گا۔

خالدؓ بن ولید کہتے ہیں کہ جب میں عازم مدینہ ہوکر مکے سے نکلا تو راستے میں مجھے ایک شخص صفوان بن امیہ ملا' میں نے اس سے کہا: اے ابو وہب! تم دیکھتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم پر غالب آگئے ہیں' اگر ہم ان کے پاس جا کر اسلام قبول کرلیں تو اس حصے میں ہم بھی شریک ہوجائیں گے جو انہیں ملنے والا ہے۔ صفوان بولا: اگر تمام دنیا بھی اسلام قبول کرلے اور میرے سوا دنیا کا ہر شخص بھی مسلمان ہوجائے تو سمجھ لو میں اس وقت بھی اسلام قبول نہیں کرسکتا۔

تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص مجبور ہے' کیونکہ اس کا باپ اور بھائی میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے' اس کے بعد میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہ سے ملا' اس سے بھی یہی بات کہی' اس نے بھی یہی جواب دیا' اب میں نے اس سے ان باتوں کا کسی سے ذکر نہ کرنے کی تلقین کرکے عثمان بن طلحہ سے ملاقات کی' اب کا باپ طلحہؓ چچا عثمان اور چار بھائی مسافعؓ' جلاسؓ' حارس اور کلاب چونکہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے غزوہ احد میں مارے گئے تھے' اس لئے میں نے ان سے مل کر پہلے ارادہ بدل دیا کہ انہیں اسلام کی تلقین نہ کروں مگر تھوڑی دیر بعد طبیعت سے بے قابو ہوکر میں نے ان سے بھی کہہ ہی ڈالا کہ تم اسلام کیوں قبول نہیں کرلیتے؟ تمہیں اس میں کیا خرابی نظر آتی ہے؟ اس پر عثمان بن طلحہ میری توقع کے خلاف بول اٹھے اور فوراً قبول اسلام پر آمادہ ہوگئے' اب دونوں میں یہ طے پایا کہ اگلے روز صبح سویرے' سورج نکلنے سے پہلے پہلے دونوں مدینے کی طرف چل پڑیں۔ چنانچہ میں اور عثمان دوسرے روز مقررہ وقت پر مکے سے مدینے کو چل دیئے' جب ہم "ہدا" کے مقام پر پہنچے تو ہمیں راستے میں عمرو بن عاص ملے جو حبشہ سے چلے آرہے تھے' انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے ابوسلیمان! کدھر کا رخ ہے؟ میں نے جواب دیا: بخدا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اب میں اسلام لانے کے لئے مدینے جارہا ہوں' اس پر عمرو بن عاص بولے میں بھی اسلام قبول کرنے ہی کی غرض سے حبشہ سے آرہا ہوں' چنانچہ ہم سب اکٹھے ہوکر مدینے کی طرف چل پڑے۔

اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے مدینے پہنچنے کی خبر مل چکی تھی' آپ بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے فرمایا: مکے نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیئے ہیں' میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کے لئے نئے کپڑے پہنے اور چل پڑا' راستے میں مجھے میرے بھائی ملے' وہ کہنے لگے: جلدی چلو' رسول خدا تمہارے آنے سے بے حد خوش ہیں' چنانچہ ہم دونوں بھائی جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' اور سلام عرض کیا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سلام کا جواب دیا' میں نے عرض کیا: حضور! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمدللہ کہ تم سیدھی راہ پر آگئے اس کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی' مجھے یہی امید تھی کہ تم ضرور سیدھے راستے پر آجاؤ گے' میں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے خلاف کئی جنگیں لڑ چکا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے میرے اس گناہ کی معافی کے لئے دعا فرمائیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور تمام دھبوں کو دھو ڈالتا ہے' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی۔

میرے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد پھر عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ آگے بڑھے اور انہوں نے بھی اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت پائی' یہ حقیقت ہے کہ کلمہ توحید کے دل و جان سے ادا کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے دیگر صحابہ کرامؓ کے درمیان پھر کبھی کوئی فرق نہیں کیا' بلکہ مجھے بھی ہمیشہ ہر موقعے اور معاملے میں شریک فرماتے' اس کے علاوہ حارث بن نعمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مکان پیش کئے تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مکانوں میں سے ایک مکان مجھے عنایت فرمایا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے اس بیان کی روشنی میں اب یہ بات بلاخوف و تردد کہی جاسکتی ہے کہ وہ کسی خوف یا لالچ کے وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' بلکہ اس کی وجہ صرف ان کے ضمیر کا جاگنا اور شعور و آگہی تھی' اس سلسلے میں حضرت خالدؓ بن ولید نے سال ہا سال اسلام اور مسلمانوں کے خیالات و

حالات کا مطالعہ کیا' جس کے نتیجے میں انہیں ضمیر کی بیداری اور علمی شعور کی دولت حاصل ہوگئی اور وہ ڈنکے کی چوٹ پر مسلمان ہوگئے اور پھر ایسے راسخ العقیدہ ہوئے کہ سینکڑوں بھرے ہوئے لوگوں کو دین پر از سر نو قائم کر دیا۔

اب رہی یہ بات کہ خالدؓ بن ولید ایسے فرزانہ و یگانہ صاحب فراست شخص اسلام میں اس قدر تاخیر سے کیوں داخل ہوئے تو اس کے جواب میں یوں تو بہت کچھ کہا جاسکتا ہے' مگر مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام نے انسانیت کو اس کا صحیح مقام دلانے کے لئے فضائل سہ گانہ یعنی حریت' اخوت' اور مساوات کا جو نعرہ بلند کیا تھا وہ حضرت خالدؓ بن ولید ایسے رئیس مکہ اور سرداران قریش کی نظر میں کھٹکتا تھا اور چونکہ ابھی اس پر تجربہ نہیں ہوا تھا' اس لئے ایک خالد بن ولید کیا سب ہی سرداران قریش ڈرتے تھے' وہ سمجھتے تھے کہ اگر اسلام کے فضائل سہ گانہ زندگی پر اثر انداز ہوگئے تو ہماری قبائلی عظمت اور نسلی وقار خاک میں مل جائیں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ایک وجہ تھی کہ غزوۂ بدر میں خالدؓ بن ولید کے چچا اور چچیرے بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور ایک عرصے تک ان کا زخم مندمل نہ ہوسکا' اس لئے وہ جلد اسلام نہ لاسکے مگر جب دل سے یہ کدورت مٹ گئی اور خیال جاتا رہا تو وہ مسلمان ہوگئے' حتیٰ کہ عکرمہ بن ابی جہل کو بے حد تعجب ہوا اور کہا: اے ابوسلیمان! تم مسلمان ہوگئے' تعجب ہے!

قدرت خدا کہ حضرت خالد بن ولید پر تعجب کرنے والے یہ عکرمہ رضی اللہ عنہ جو اسلام کے مشہور دشمن اور قریش کے نامی گرامی سردار ابوجہل کے بیٹے تھے توفیق الٰہی پاکر خود بھی مسلمان ہوگئے۔

☆☆............☆☆

نعت رسول مقبولؐ

مولانا محمد ثانی حسنی ندویؒ

محمدؐ افضل و برترؐ درود ان پر سلام ان پر
خدا کی رحمتیں جن پرؐ درود ان پر سلام ان پر

وہ سرکار دو عالم ہیں' وہ فخر ولد آدم ہیں
فدا ان پر مہ و اخترؐ درود ان پر سلام ان پر

دکھائی راہ حق ہم کو بچایا راہ باطل سے
ہے احساں ان کا ہم سب پر درود ان پر سلام ان پر

بلاشک ان کے قدموں میں ہے تخت قیصر و کسریٰ
مگر ہے خاک کا بسترؐ درود ان پر سلام ان پر

انہیں پر تکیہ کرتے ہیں' غریب و بے کس و بے بس
کہ ہیں وہ رحمت داورؐ درود ان پر سلام ان پر

یتیموں کے وہ والی ہیں' غلاموں کے وہ مولیٰ ہیں
ہیں ان کے اصغر و اکبرؐ درود ان پر سلام ان پر

نہیں کوئی نبی بعد ان کے آئے گا قیامت تک
نبوت ختم ہے ان پر درود ان پر سلام ان پر

مقیم طابہ و طیبہ مکین گنبد خضراء
دفین روضہ اطہر درود ان پر سلام ان پر

نہیں دیکھا کسی نے آج تک ان سا حسیں کوئی
ہے رشک مہ روئے انورؐ درود ان پر سلام ان پر

ہم اپنے تشنہ کاموں کو مبارک ہو مبارک ہو
کہ ہیں وہ ساقی کوثر درود ان پر سلام ان پر

خطاؤں پر پکڑ' لیکن خطا کاروں کے حامی ہیں
وہی شافع محشرؐ درود ان پر سلام ان پر

زبانوں پر ہر اک مخلوق کی آدم سے محشر تک
مسلسل رات بھر دن بھر درود ان پر سلام ان پر

زبان کی حفاظت

مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ

عذاب قبر کے دو بڑے سبب:

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹیں آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا) اور چغلی کھانا عذاب قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”جو شخص کسی کی بات سن کر اس میں ملاوٹ کرکے لگائی بجھائی کرے اور ادھر کی بات ادھر پہنچائے جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

اور ایک حدیث میں ”قتات“ کی جگہ ”نمام“ آیا ہے' نمام چغل خور کو کہتے ہیں اور بعض علماً نے ”قتات“ اور ”نمام“ میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر (وہاں سے الگ ہوکر) چغلی کھائے' اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے' جس کا بات کرنے والوں کو پتہ بھی نہ ہو' اس کے بعد چغلی کھائے' جب کسی مجلس میں موجود ہو خواہ اس مجلس میں ایک دو آدمی ہی ہوں وہاں اگر کسی کی غیبت ہورہی ہو تو منع کردے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اٹھ جائے اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی جگہ نقل نہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے مجلس امانت کے ساتھ ہیں (کسی مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو ادھر ادھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے اور گناہ ہے) ہاں اگر کسی مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہوا ہو یا ناحق کسی کا مال لینے کا مشورہ ہوا ہو تو یہ بات نقل کردے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر ادھر ادھر دیکھے تو اس کی یہ بات امانت ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

یعنی کسی شخص نے کسی سے کوئی خاص بات کہہ دی اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کسی نے سنا تو نہیں تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی کو سنانا نہیں چاہتا' لہٰذا جس سے بات کہی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے' بہت سے لوگ یہاں کی بات وہاں پہنچادیتے ہیں' جو غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہ شخص چغل خوروں میں شمار ہوجاتا ہے اور خود اپنا برا کرتا ہے۔

قیامت کے دن دوغلہ کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو (دنیا میں) دو چہروں والا ہے' ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۱ از بخاری ومسلم)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (سنن ابوداؤد)

دو چہرہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے اور دوغلہ پن اختیار کرتا تھا' اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا گیا گویا کہ فریق اول سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا' ایسے شخص کے ایک ہی چہرہ کو دو چہرہ قرار دیا گیا' غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے' بات کی الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس کی زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا' اس لئے قیامت کے دن اس حرکت بد کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کردی جائیں گی' جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا ”اعاذنا اللہ من ذلک“ بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو

خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان ان بن ہو جائے تو ان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور و طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم حق کی راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اگل دیتا ہے، پھر ہر طرف کی باتیں ادھر ادھر پہنچاتے ہیں، جس سے دونوں فریق کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور دو غلہ صاحب کھڑے دیکھا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔

کسی کا مذاق بنانے اور وعدہ خلافی کرنے کی ممانعت:

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷)

اس حدیث میں چند نصیحتیں فرمائی ہیں: اول یہ کہ اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر، جھگڑے بازی بہت بری اور قبیح چیز ہے، اپنے حق کے لئے اگرچہ جھگڑا کرنا درست ہے، لیکن جھگڑے کا چھوڑ دینا بہر حال اعلیٰ و افضل ہے، جھگڑا کرنے سے گالی گلوچ اور بدکلامی کی نوبت آ جاتی ہے، اور دونوں میں کینہ جگہ پکڑ لیتا ہے، پھر اس کے اثرات اور ثمرات بہت برے پیدا ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا، اس کے لئے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا، اس کے لئے جنت کے درمیانی حصہ میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کئے اس کے لئے جنت کے اونچے حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے مسلمان بھائی سے مذاق نہ کر۔ مذاق کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کا دل خوش کرنا مقصود ہو ایسا مذاق کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور وعدہ خلاف نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار ہو ایسا مذاق کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث بالا میں اسی کی ممانعت فرمائی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے چند کہ چند عورتیں مل کر کسی عورت سے مذاق شروع کر دیتی ہیں، اور جس سے مذاق کر رہی ہیں اسے ناگوار ہو رہا ہے، وہ چڑ رہی ہے اور الٹا سیدھا کہہ رہی ہے، اس میں چونکہ ایذائے مسلم ہے (یعنی مسلمان کو تکلیف دینا) اس لئے حرام ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مزاح مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی مذاق فرما لیتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں (مذاق میں بھی) حق ہی کہتا ہوں۔ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دل خوش کرنے کے لئے مذاق کیا جائے وہ بھی سچ اور صحیح ہونا چاہئے، مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے سواری عنایت فرما دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کرا دوں گا، اس شخص نے عرض کیا، میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں کو اونٹنیاں ہی جنتی ہیں (یعنی اونٹ جتنا بڑا ہو جائے اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا)۔ (ترمذی)

دیکھو اس مذاق میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے، بات بالکل سچی ہے، اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل فرمائے، آپؐ نے فرمایا بے شک جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی، یہ سن کر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی، آپؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو جا کر بتا دو کہ (مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں جو بوڑھی عورتیں ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوتے وقت کوئی عورت بھی بوڑھی نہ ہوگی) اللہ تعالیٰ سب کو جوان بنا دیں گے (لہٰذا یہ بڑی بی بھی) جب جنت میں داخل ہوں گی بڑھیا نہ ہوں گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو (دو کانوں والے) کہہ کر پکارا۔ (جمع الفوائد)

ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا (بطور دعوت گھر پر تشریف لانے کی درخواست کی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے، جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم اس کی آنکھ سفید نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو، (وہ سفیدی جو سیاہ ڈیلے) کے چاروں طرف ہے۔

دیکھو! کیسا صحیح مذاق ہے، ایسا سچا مذاق درست ہے بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو جس سے مذاق کیا ہے، جب کسی کا دل خوش کرنے کے لئے مذاق کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ بات سچی ہو اور جس سے مذاق کیا جائے اس کا ناگوار نہ ہو تو کسی کا مذاق

اڑانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ بہت سے مرد اور عورت اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور جس کو کسی بھی اعتبار سے کمزور پاتے ہیں' سامنے یا پیچھے اس کا مذاق اڑا دیتے ہیں' یہ سب گناہ ہیں اس کو مسخرہ پن اور ٹھٹھا بھی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے' کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو' ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے' اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔''

(سورۂ حجرات)

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے وعدہ کرکے اس کے خلاف نہ کرو' یہ بھی بہت اہم نصیحت ہے جس میں لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں' جب کسی سے کوئی وعدہ کرلے تو وعدہ کرنے سے پہلے اپنے حالات کے اعتبار سے خوب غور کرلے کہ یہ وعدہ مجھ سے پورا ہوسکے گا یا نہیں؟ اور اپنی بات کو نباہ سکوں گا یا نہیں؟ اگر وعدہ پورا کرسکتا ہو تو وعدہ کرلے' ورنہ معذرت کردے' جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے' جب وعدہ کرلے تو حتی الوسع پوری طرح انجام دینے کی کوشش کرے' بہت سے لوگ ٹالنے کے لئے یا دفع الوقتی کے خیال سے وعدہ کرلیتے ہیں' پھر اس کو پورا نہیں کرتے' اور یہ نہیں سمجھتے کہ جھوٹا وعدہ سخت گناہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کو پورا کرنے والا نہیں۔ (مشکوٰۃ/۱۵)

تعریف میں غلو اور مبالغہ کرنے کی ممانعت:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو' جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں مبالغہ کیا' پس میں اللہ کا بندہ ہی ہوں لہٰذا تم میرے بارے میں یوں کہو کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۷ از بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا جس قدر بھی کی جائے کم ہے' اس کی ذات پاک تمام صفات کمالات کی جامع ہے' سید الاولین والآخرین حضرت فخر عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اکرم و افضل ہیں' آپ کی تعریف کرنا نظم میں اور نثر میں بہت بڑی سعادت ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بہت سے قصائد منقول اور ماثر ہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ عہد نبوت میں شعرائے اسلام میں سے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدے کہتے تھے اور دشمنوں سے جو جنگیں ہوتی تھیں' اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ اور حضرات صحابہ کرام کی شجاعت اور دلیری بیان کرتے تھے' جو مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی قصیدہ کہتے تھے' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نامناسب باتیں کہی گئی ہوں تو حضرت حسانؓ ان کا جواب دیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حسان کی تائید فرماتا ہے' جب تک وہ اللہ کے رسول کی جانب سے دفاع کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت:

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کردی' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا کہ تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی (پھر فرمایا) جس کو کسی کی تعریف کرنی ہی ہو تو یوں کہے کہ فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے (اور) یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اس کو واقعتاً ایسا سمجھتا ہو' فرمایا کہ اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۲ از بخاری و مسلم)

اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آجائے' جب ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی' یعنی اس کے سامنے تعریف کرکے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کردیا' پھر یہ اس صورت میں ہے جب کہ تعریف سچی ہو اگر جھوٹی ہے تو جھوٹی تعریف کرنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ وہ تو گناہ عظیم ہے' پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی اگر کسی کی تعریف کرنی ہو (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں) تو یوں کہے کہ فلاں کو میں ایسا سمجھتا ہوں اور صحیح صورت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے' وہی اس کا حساب لینے والا ہے ان کلمات کے کہنے سے اول تو وہ شخص نہیں پھولے گا' جس کی تعریف میں یہ الفاظ کے

باقی صفحہ 17 پر

امن کا داعی مذہب

مولانا محمد احمد عبدالمجیب قاسمی

خدا کی بسائی ہوئی اس کائنات اور انسانوں سے بھری ہوئی انسانوں کی اس نگری میں "امن" خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور اس عالم رنگ و بو کا ایک قیمتی جوہر ہے' اسی سے اس رنگا رنگ اور چل ترنگ کائنات کی بہار اور رنگینی' گل و لالہ کی تازگی' پھولوں کا بانکپن' کلیوں کی شگفتگی' دریاؤں کی روانی' آبشاروں کی نغمگی اور زندگی کا فطری حسن قائم ہے' امن سلامتی کا ماحول ہو تو زندگی کی کشتی' سلامتی کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہتی ہے' پرسکون ماحول اور پرامن زندگی' بہترین انسانی نتائج فکر پیدا کرتی ہے' انسانوں کی تخلیقی اور تعمیری صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے' تعمیر و ترقی کی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں' فرد' معاشرے کا اور معاشرہ' قوم کا جزو بن کر انسانی زندگی کو ترقی و خوش حالی کی اوج کمال تک پہنچاتا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک انسان خود پیکر امن بن کر دوسروں کے لئے امن کا نشان اور انس و محبت کا پیامبر ثابت ہوتا ہے۔

نظام فطرت ہی کچھ اس طرح ہے کہ انسان اپنی زندگی میں دوسروں کا محتاج ہے' ایک دولت مند اپنے قصر امارت کی تعمیر اور عیش و مسرت کی جنت سنوارنے میں غریب مزدور کا محتاج ہے اور ایک مزدور "دو کف جو" کے لئے کسی رئیس و امیر کا' اسباب کی دنیا میں ایک بیمار جسم و جاں کا رشتہ باقی رکھنے میں کسی طبیب کا ضرورت مند ہے' ایک حاکم نظام حکومت کے قیام میں رعایا کا حاجت مند ہے اور رعایا کو نظم و قانون کے تحفظ اور سماجی انصاف کے حصول کے لئے حکمران اور نظم مملکت کی ضرورت ہے' جس طرح انسان اپنی انفرادی زندگی میں دوسروں کا محتاج ہے' اسی طرح اجتماعی زندگی میں بھی دوسروں کا ضرورت مند ہے' ایک قوم دوسری قوم کی' ایک ملک دوسرے ملک کا' پھر یہ بات بھی قابل غور و فکر ہے کہ انسانوں کی صلاحیتیں جداگانہ اور زمینوں کی پیداوار مختلف' کسی زمین سے غلہ اور اناج کی پیداوار ہے اور کہیں تیل کے چشمے ابلتے ہیں' ایک خطہ قابل کاشت ہے اور دوسرا ریگستانی' اس اعتبار سے ہر خطہ اور ہر ملک اپنی ضروریات کی تکمیل میں دوسروں کا محتاج ہے' ایک کسی نعمت سے بہرہ مند ہے تو دوسرا اس نعمت سے محروم' نظام قدرت یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھائے قدرتی وسائل کا باہم تبادلہ ہو' ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے اعتدال و توازن کے ساتھ استفادہ ہو' ہر ایک دوسرے کی کمی پوری کرنے کی سعی کرے اور تعاون و محبت کا ہاتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھایا جائے اگر امن و امان کی فضا ہو اور انسانی تعلقات اور ملکی حالات معتدل ہوں تو ایک فرد دوسرے فرد کی طرف اور ایک ملک دوسرے ملک کی طرف دستِ تعاون دراز کرتا ہے اور یوں زندگی سکون' اعتدال اور امن و طمانیت کے ساتھ اپنا سفر طے کرتی ہے' اسی لئے امن و امان کا قائم رہنا انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے اور عالمی طور پر پوری انسانی دنیا کی ہمہ جہتی ترقی و کامیابی اس کے دامن سے وابستہ ہے۔

تاریخ عالم کے صفحات پر نگاہ ڈالئے یا دنیا کے موجودہ عہد ترقی پر نظر جمایئے' انسانی فکر و کاوش کے جو نتائج اپنی آنکھوں سے آپ دیکھ رہے ہیں' علم و ادب اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں انسان نے اپنی بلند ہمتی اور حوصلہ مندی کے جو نقوش ثبت کئے ہیں' وہ سب امن ہی کا تو نتیجہ ہیں' جب انسان کا ذہن مطمئن اور قلب پرسکون ہو تو علم و تحقیق کی بزم آراستہ اور فکر و فن کے دیپ جلائے جا سکتے ہیں' کسی مفید علمی و تحقیقی کام کی توقع کی جا سکتی ہے' مگر جب کوئی قوم کسی طرح کے خوف و خطر سے دوچار ہو' بڑی طاقتوں کے ظلم کا شکار ہو جائے' جنگ کے بادل سروں پر منڈلا رہے ہوں اور ہر سمت خوف' دہشت اور سراسیمگی کی لہر چل پڑی ہو تو پھر تعمیر و ترقی کیسے ممکن ہے؟ پس امن انسانی زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے' چنانچہ قرآن مجید میں امن کا بطور نعمت ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔"

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق اور امن مادی اعتبار سے ہر ملک کے لئے ہر زمانے میں انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے سب سے بڑی اور قابل قدر نعمتیں رہی ہیں' عرب خصوصاً حجاز کی جغرافیائی

حالت کے لحاظ سے ان نعمتوں کی اہمیت کئی گنا اور بڑھی ہوئی تھی اور گویا ایک بالکل معجزانہ حیثیت رکھتی تھی ماحول ایسا کہ رہزنی ایک عام صورتحال لیکن اسی مجاورت حرم کی برکت سے قریش کے تقدس کی عظمت ایسی دلوں میں بیٹھی ہوئی کہ یہ لوگ بے کھٹکے سفر کرتے اور کوئی ان کی طرف بری نیت سے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا بلکہ ان کی خاطر احترام ہی ہر جگہ ہوتا۔

اسلام امن و محبت کا داعی اور صلح و آشتی کا پیامبر مذہب ہے اس کا نظام زندگی امن و انصاف اور اخوت و مساوات سے عبارت ہے اس کے یہاں رنگ و نسل اور برادری کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں انسانی مساوات کا ایسا تصور یہاں موجود ہے کہ دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی عزت و شرف کا حقیقی معیار اس کی نظر میں صرف حسن عمل اور اخلاق و کردار ہے ظلم و تشدد اور فساد و خون ریزی سے اسے نفرت ہے انسانیت کے قتل ناحق اور خون بشر کی پامالی سے اس کا دامن پاک ہے وہ سراپا محبت ہے اور آداب محبت سکھاتا ہے وہ امن کا حامی ہے اور امن و امان کی تلقین کرتا ہے ظلم کی ظلمتوں میں وہ محبت کا چراغ اور فتنہ و تشدد کی آندھیوں میں امن کی شمع فروزاں ہے۔

ایک مسلمان اپنے مذہبی تصورات اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں سب سے زیادہ امن پسند اور دوسروں کے لئے امن کا داعی ہوتا ہے قرآن حکیم نے انسان کو جو فکر و عقیدہ عطا کیا ہے ایمان اس کا جامع ترین عنوان ہے اور اسی نسبت سے اسے مومن و مسلم کہا گیا ہے ایمان کا معنی امن دینا اور مومن کے معنی امن دینے والے کے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ اسلام کی نظر میں ایک مومن امن کا سب سے بڑا داعی ہوتا ہے زبان نبوت نے اس کی شناخت ہی امن پسندی سے کرائی ہے فرمایا: ”وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔“ (بخاری)

اسلام اور مسلم کی اصل ”سلم“ ہے اس کے معنی صلح اور حفاظت و سلامتی کے ہیں۔ ”سلام“ کے معنی صلح کرنے اور حفاظت کرنے کے ہیں اور ”مسلم“ کے معنی صلح جو اور حفاظت کرنے والے کے ہیں اسی معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔“ اور ابن حبان کی روایت میں ہے: ”من سلم الناس“ ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔“ (مرقاۃ جلد اول)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تحیہ و سلام کے جن الفاظ کی تعلیم دی ہے ان میں یہ اشارہ موجود ہے کہ وہ سلام کے مخصوص الفاظ کے ذریعے گویا یہ وعدہ بھی کر رہا ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو تمہاری جان مال آبرو کا میں محافظ ہوں ابن عربی نے احکام القرآن میں امام ابن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

”تم جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟
سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے
مامون رہو۔“

اسلام نے تمام انسانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ فتنہ و فساد کی سرکوبی اور قیام کی راہ میں پائی جانے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے مستقل قوانین وضع کئے اور انسانیت کی صلاح و فلاح کے لئے اصول زندگی کی رہنمائی کی اس کی نگاہ میں انسان کی جان اور زندگی کی سلامتی ایک اہم ترین حق انسانی ہی ناحق قتل خواہ کسی انسان کا ہو قرآن کی نگاہ میں وہ سخت ترین گناہ ہے اور ایک انسان کا قاتل پوری انسانیت کا قاتل ہے:

”جو کوئی کسی کو کسی جان کے عوض یا
زمین پر فساد کے عوض کے بغیر مار ڈالے تو
گویا اس نے سارے آدمیوں کو مار ڈالا۔“

اور ایسے قاتل کے لئے جہنم کی ابدی سزا کا اعلان کیا گیا:

”اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل
کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے ہمیشہ ہمیشہ
کو اس میں رہے گا۔“ (نساء:۹۳)

مالی معاملات کے سلسلے میں ہدایت ہے کہ کسی کا مال حرام و ناجائز طریقے پر ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ حکم خداوندی ہے:

”آپس میں ایک دوسرے کا مال
ناجائز طور پر مت کھاؤ اڑاؤ۔“
(البقرہ:۱۸۸)

قرآن میں چوری اور ڈکیتی کی سزا کا ذکر بھی موجود ہے تاکہ انسانی معاشرہ کسی بدامنی کا شکار نہ ہونے پائے اور لوگوں کی جان و مال کو تحفظ فراہم ہو۔

قرآن نے انسان کی عزت و آبرو کا بھی تحفظ کیا ہے اور کسی کی عزت و آبرو پامال کرنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا اور زنا کی سخت ترین سزا مقرر کرتے ہوئے اس کے قریب جانے سے بھی منع کیا:

”ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ۔“

کسی ثبوت شرعی کے بغیر کسی عفیف و پاکدامن عورت یا مرد پر تہمت لگانا بھی جرم قرار دیا ہے۔

قیام امن کا ایک بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ انسانوں کے درمیان ظلم و ناانصافی کا خاتمہ کیا جائے کہ جب ظلم و سرکشی بڑھتی ہے تو پھر دنیا سے امن و امان رخصت ہو جاتا ہے اسی لئے شریعت میں ظلم کو حرام قرار دیا گیا ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ مطلق برائی
اور ظلم و سرکشی سے ممانعت کرتا ہے۔“
(النحل:۹۰)

یہ آیت قرآن مجید کی کلیدی آیات میں شمار ہوتی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے وقت سے یہ آیت اہل سنت کے خطبات جمعہ کا جزو بنی چلی آرہی ہے تاکہ ہر ہفتہ متواتر امت کے کان اس صدائے حق سے آشنا ہوتے رہیں' یہ اور اس مضمون کی بعض اور آیات (الاعراف:۳۳) میں سرکشی سے مراد حد سے آگے بڑھ کر دوسرے کے حقوق پر دست درازی اور ظلم ہے' جس کی روک تھام اگر نہ کی جائے تو وہ پوری قوم اور ملک کے امن وامان کو برباد کر ڈالے' ظلم کسی مسلمان پر ہو یا غیر مسلم پر ہر حال میں ظلم ہے' قرآن کا حکم ہے کہ فریق مخالف کافر ہو تو بھی اس پر زیادتی نہ کی جائے اور کوئی مسلمان اس حکم کے خلاف کرے تو دوسرے مسلمانوں کو اس کا ساتھ نہ دینا چاہئے۔

ظلم کے مقابلے میں اسلام نے "عدل" کی تعلیم دی ہے' عدل سے حقوق کی پاسداری اور تکمیل ہوتی ہے' عدل صرف نظم وسلطنت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں' بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں عدل کی ضرورت ہے' عدل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کا حق پورا ادا کیا جائے' اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی' یہ مفہوم بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت کی جائے' انبیاء کی بعثت اور کتب وصحائف سماویہ کے نزول کا مقصد یہی تھا کہ دنیا میں انصاف اور اس کے ذریعے امن وامان قائم ہو' ہر فرد انسانی اپنے اپنے دائرہ اختیار میں انصاف کو اپنا شعار بنائے' قرآن کی تمام تعلیمات عدل کے اصول پر مبنی ہیں' ہر قسم کے انسانی اور سماجی حقوق کا تحفظ اسی راہ سے ممکن ہے' اسی لئے قرآن کی بے شمار آیات میں عدل کی تعلیم اور ظلم کی مذمت کی گئی ہے۔

امن ومحبت کی فضا قائم کرنے میں انسانی مساوات کے تصور کی بڑی اہمیت ہے' جب انسانوں کے درمیان اعلیٰ وادنیٰ کا فرق کیا جانے لگے' ذات پات اور برادری کے علاوہ رنگ وزبان کے مختلف خانوں میں انسانوں کو بانٹا جائے تو باہمی کشاکش اور نفرت و عداوت کی فضا پیدا ہونا ناگزیر ہے' جس کی بنیاد پر نقص امن اور عدم تحفظ کی صورت پیدا ہوتی ہے' اسلام نے رنگ ونسل اور زبان ووطن کے بتوں کو توڑا' انسانوں کے درمیان کسی طرح کے بھید بھاؤ اور تفریق کو مٹایا اور تمام انسانوں کو اولاد آدم ہونے کی حیثیت سے یکساں قرار دیا اور عزت وسربلندی کا معیار تقویٰ اور خدا ترسی ٹھہرایا: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔"

عناد اور تعصب سے بھرے کچھ لوگ اسلام کو ایک خونخوار اور تشدد پسند مذہب قرار دینے لگے ہیں' جو سراسر ظلم اور اسلام کے عادلانہ نظام زندگی اور اس کے امن پسندانہ تصور کے خلاف ہے' اسلام کے نزدیک جنگ پر امن کو ترجیح حاصل ہے' جن کی اجازت بھی صرف اس صورت میں ہے جب کہ امن وامان کے راستے بند ہو جائیں اور جنگ کے سوا کوئی راستہ کھلا نہ ہو' قابل غور بات یہ ہے کہ جو مذہب ایک عظیم آسمانی ہدایت کا حامل ہو اور اپنی دعوت وفکر سے پوری دنیا کو روشناس کرانا اور مخلوق کو خالق سے جوڑنا چاہتا ہو' وہ امن کے مقابلے میں جنگ اور فساد وبدامنی کی صورت حال کو کیسے قبول کر سکتا ہے' امن وامان کی حالت میں اس پر سنجیدہ غور کرنے اور اس کے پھیلنے کے جتنے امکانات ہیں' جنگ کی حالت میں یہ امکانات کم نہیں بلکہ ختم ہو جائیں گے' اس لئے اسلام نے جنگ کے مقابلے میں امن اور فتنہ وفساد پر صلح وسلامتی کو بڑی اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ اسلام کے دشمن مصالحت اور جنگ بندی پر آمادہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے مصالحت کی سمت قدم اٹھایا جائے تاکہ جنگ کی فضا ختم ہو اور اس کے امکانی نقصانات سے بچا جا سکے:

"اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو
تم بھی اس کے لئے تیار ہو جاؤ' اور اللہ پر
بھروسا رکھو۔" (انفال:۶۱)

صلح کے نام پر دشمن اگر دھوکا ہی سے کام لے تب بھی اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ تم صلح کی پیشکش کو قبول کر لو' اللہ تمہارا حامی ومددگار رہوگا۔

"ان یریدوا ان یخدعوک
فان حسبک اللہ۔" (انفال:۶۲)

اسلام میں امن کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ قرآنی ہدایت ایک واضح مثال ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اسلام کی امن پسندی اور انسان دوستی کی متعدد روشن مثالیں موجود ہیں' ایک نبی سے بڑھ کر کوئی صلح جو اور امن پسند نہیں ہو سکتا' اس کا وجود ہی دفع ظلم وفساد اور قیام عدل وامان کی ضمانت ہوتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کے تئیں دردمندی اور دلسوزی تو ایک ایسا واقعہ ہے' جس پر آسمانی شہادت موجود ہے: "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔"

سیرت کے اس واقعے سے ہر شخص واقف ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر میں تمام ابنائے قریش نے حصہ لیا' اب یہ سوال تھا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر نصب کرے' بحث ومباحثہ اس پر ختم ہوا کہ کل صبح جو شخص کعبہ کے اندر سب سے پہلے آئے' اس کو حکم تسلیم کیا جائے' عرب کی قبائلی ذہنیت سے جو واقف ہے' وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ ان سب نے کس بے چینی سے رات کاٹی ہوگی' ہر ایک نے سویرے سب سے پہلے پہنچنے کی اسکیم بنائی ہوگی' لیکن ہوا یہ کہ ہر آنے والے نے اپنے

[redacted]

سے پہلے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں موجود پایا' سب یک زبان ہو کر پکارے: یہ امین جو فیصلہ کردے ہمیں منظور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال فراست سے "حجر اسود" کو چادر میں رکھ کر سب کو اس سعادت میں شریک کر دیا' پھر اپنے دست مبارک سے اس کے مقام پر اسے نصب کر دیا۔

بات دیکھنے میں معمولی سی نظر آتی ہے' مگر غور کیجئے یہ فیصلہ کتنی بڑی قدریں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے' اس موقع پر تلواریں حرکت میں آنے لگی تھیں' جنگ کے معاملے میں عربوں کی ذہنیت کسی مؤرخ سے پوشیدہ نہیں' حجر اسود کو نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دانائی و حکمت سے فیصلہ دیا' وہ بڑی اعلیٰ قدروں کا حامل تھا' اس سے جنگ ہی نہ رکی' بلکہ ایک بڑا درس اس سے یہ حاصل ہوا کہ انسانوں کو محفوظ رکھنے اور باہمی اختلاف کو دور کرنے کے لئے متضاد عناصر کو ایک مرکز پر کسی حکیمانہ طریقے سے لایا جاسکتا ہے کہ وہ مرکزی نقطہ سب کے لئے قدر مشترک کا کام دے' کعبہ ہو یا حجر اسود' یہ سارے افراد کی مشترک ملکیت ہے' اس کی غرض سارے بنی آدم کو اجتماعیت اور امن کی دولت سے نوازنا ہے:

"مثابة للناس و امنا" (البقرہ:۱۲۵)

حدیبیہ کے معاہدہ صلح میں جو سب سے بڑا انسانی فائدہ ہے وہ اخلاقی فتح ہے' ذرا غور کیجئے کتنی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی محافظت کی گئی ہے' چودہ سو مہاجرین و انصار ایسے جانباز تھے کہ ان کے تین سو تیرہ نے بدر کے معرکے میں ایک ہزار نبرد آزما کے منہ پھیر دیئے' ان کی ایک یورش سارے ظالموں کو خاک میں ملا سکتی تھی' لیکن "والصلح خیر" کی اعلیٰ قدریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھیں' چودہ سو صحابہ کرامؓ اس معاہدے سے دل شکستہ ہو گئے تھے' مگر صلح کی جا رہی ہے' کیا اقدار صلح و امن کی محافظت کا اس سے بہتر نمونہ بھی دنیا کے لئے ہو سکتا ہے؟

سیرت کی ایسی مثالیں تلاش کرنے سے اور بھی مل جائیں گی' جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام امن وسلامتی اور صلح کا مذہب ہے' قولاً بھی عملاً بھی۔

آج دنیا پھر ظلم و فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے' طاقتور کا زور ہے اور کمزور بے بس' دولت و طاقت کی بنیاد پر ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ آور ہے' امن کے دعویدار ہی اصل غارت گر امن ہیں' صلح و سلامتی کے نام نہاد علمبردار ہی مہلک ہتھیاروں کے سوداگر ہیں' دولت مند غریبوں کا استحصال کر رہے ہیں' امن کے نام پر بے شمار ادارے اور تنظیمیں موجود ہیں' مگر پھر بھی دنیا امن کے لئے بے چین ہے' ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن کے نظام امن سے روشنی حاصل کی جائے اور اسلام کے امن پسندانہ نظام کو مشعل راہ بنایا جائے' امن کی پیاسی دنیا کا اضطراب اسی راہ سے دور ہو سکتا ہے' جس راہ سے دنیا ظلم کی تنگ وادیوں سے نکل کر اسلام کے عدل کی طرف پلٹ آئی تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ اسلامی صلح و امن کا وسیع پیمانے پر تعارف کرائیں اور دنیا کو یہ پیغام دیں کہ اسلام ہی دنیا کی موجودہ مشکلات کا واحد حل ہے اور اسی کے سہارے دنیا امن بداماں ہو سکتی ہے' یہ دیکھئے اعجاز رحمانی اپنی مخصوص لے میں آپ سے مخاطب ہیں' توجہ سے پڑھئے' لطف اٹھایئے اور آپ بھی امن کے پیامبر بن جائیے:

امن و اخوت' عدل و محبت' وحدت کا پرچار کرو
نفرت کے شعلوں کو بجھاؤ' پیار کی ٹھنڈی شبنم سے
ہمدردی کی فصل اگاؤ' صحرا کو گلزار کرو
دنیا ہو یا دین کی منزل' یکجہتی سے ملتی ہے
وحدت کا پیغام سنا کر ذہنوں کو بیدار کرو

بقیہ زبان کی حفاظت کیجئے

اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعویٰ بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعتاً ایسا ہی ہے کیونکہ بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا' اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' لہٰذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے' اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعویٰ ہے' اور جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دینا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں' اسی کو فرمایا: "ولا یزکی علی اللہ احداً" (یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے) احادیث شریفہ سے بعض مواقع میں منہ پر تعریف کرنا بھی ثابت ہے مگر یہ جب ہے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ پھولنے والا اور خود پسندی میں مبتلا ہونے والا نہ ہو۔ ☆☆......☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

جناب فضل احمد صاحب کی والدہ محترمہ بقضائے الٰہی ۲/نومبر کو صبح ساڑھے چار بجے انتقال فرما گئیں۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ (ادارہ)

اعتذار

گزشتہ شمارے کے صفحہ نمبر 17 پر آخری کالم کی آخری سطور میں لفظ "لکڑیاں" کمپوزنگ کی غلطی سے "لڑکیاں" لکھا گیا ہے' جس سے مضمون کا مفہوم ہی تبدیل ہو گیا۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

اسلام کے سائے میں

ترجمہ: مسعود حسن حسنی

ایسے لوگوں کی تعداد جن کے دل اللہ تعالیٰ اس دین کے لئے کھول رہا ہے اس میں برابر اضافہ ہو رہا ہے' ہر روز اللہ کے دین میں ایسے نفوس گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں تو ان کی زندگیاں تبدیل ہو جاتی ہیں' ان کی عادات اور ان کے طور طریقوں میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے اور وہ ایسی ایمان سے لبریز زندگی گزارنے لگتے ہیں' جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے' ان نومسلموں کے اسلام لانے کے اسباب کا مطالعہ کرنے سے ہم ان کے ایمان سے لبریز احساسات اور اس دین کی اشاعت کے جذبات کا اندازہ کر سکتے ہیں' ان میں سے ایک فرانسیسی ڈاکٹر ہیں جو ایک کٹر کیتھولک فرقہ میں پیدا ہوئے' انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی' لیکن روحانی سکون اور ذہنی اطمینان اس نصرانی خاندان میں رہتے ہوئے انہیں حاصل نہ ہو سکا' انہوں نے مطالعہ اور تلاش و جستجو کو ان چیزوں کے حصول کے لئے اپنا وسیلہ بنایا' اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو ایک دین کے لئے کھول دیا' جس سے ان کو سکون حاصل ہوا۔

محمد مارک نے برطانیہ کے ایک ایسے گاؤں میں پرورش پائی جو خالص مادہ پرستانہ تھا اور جس معاشرہ میں اخلاص اور سچائی کو قوت اور خود سری نے دبا رکھا تھا (جہاں نہ سچائی کو اہمیت حاصل تھی اور نہ اخلاص کی وقعت تھی' وہاں صرف طاقت اور خودی کو غلبہ حاصل تھا) ان کو طبعی طور پر اس ماحول سے مناسبت نہ تھی' چنانچہ اقدار کے بارے میں ان کے اندر سوالات ابھرنے شروع ہوئے' یہ وہ دور تھا جب ان کا کسی ایک اسلامی ملک کا سفر ہو گیا' وہاں اذان کی آواز نے ان کو متاثر کیا' اور اس دین کی طرف انہیں مائل کیا' انہوں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے نواز دیا۔

اسی طرح سوسن ہندی کا قصہ ہے وہ اپنے دین پر سختی سے عامل تھیں' ان کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح لوگ کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں' ایسے ہی ان کے دین میں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل ہوں' انہوں نے لوگوں کے کثرت سے اسلام قبول کرنے کا سبب جاننا چاہا اور اللہ تعالیٰ نے اس دین کے لئے ان کے دل کو کھول دیا۔

ریاض سے نکلنے والے مجلہ (الدعوۃ) کے ایک نمائندہ کی ان نومسلموں سے ملاقات ہوئی' اس نے ان سے اسباب معلوم کئے اور اس طرح ان لوگوں کے دین اسلام سے واقفیت حاصل کی اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے اندر کیا تبدیلیاں ہوئیں اور جو امن و اطمینان' اجتماعی استقرار اور روح کی آسودگی وہ پانا چاہتے تھے کیا اسلام قبول کرنے سے وہ انہیں حاصل ہوئی یا نہیں۔

قرآن مجید قبول اسلام کا بنیادی سبب:

سب سے پہلے ہم فرانسیسی ڈاکٹر علی سلیمان بنوا کا قصہ بیان کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب فرانس کے ایک کیتھولک خاندان کے فرد ہیں' ڈاکٹر صاحب نے چونکہ خالص علمی اور ثقافتی آدمی ہونے کی وجہ ہی سے ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کیا تھا' اس کی وجہ سے انہیں دینی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں' وہ کہتے ہیں کہ جدید تعلیم ہونے کے باوجود میں ایک معبود کے ہونے کا قائل تھا' نصرانی رسموں کو عام طور پر اور کیتھولک رسموں کو خاص طور پر کرنے کے بعد بھی ایک معبود کے وجود کا احساس میرے اندر پایا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو فطری احساس میرے اندر تھا وہ تثلیث کے عقیدہ سے مختلف تھا' اس تصور کی وجہ ہی تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا درجہ دینے میں مجھے تردد تھا' اسلام سے واقفیت ہونے سے پہلے میں لا الہ الا اللہ پر تو ایمان رکھتا تھا' جس کی دلیل قرآن کی ان آیات سے بھی ہوتی ہے:

"قل ھو اللہ احد' اللہ الصمد' لم یلد ولم یولد' ولم یکن لہ کفواً احد۔"

اور انہوں نے مزید کہا کہ غیب اور ماوراء المادۃ پر ایمان نے مجھے اسلام کو بحیثیت دین کے قبول کرنے پر آمادہ کیا' جب کہ اس کے علاوہ بھی

اسلام قبول کرنے پر ابھارنے کے بعض دوسرے اسباب بھی ہیں۔ اسلام قبول کرنے پر جن چیزوں نے مجھے آمادہ کیا' ان میں سے ایک واقعہ کیتھولکس کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے گناہوں کو معاف کرنے کی نیابت حاصل ہے' میں اس عقیدہ کو جائز نہیں قرار دیتا تھا' مجھے یہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ معلوم ہوتا تھا اور ایسے ہی عشاء ربانی اور روح کے سلسلہ میں جو کیتھولک رسم و رواج ہیں' ان کو میں صحیح نہیں مانتا تھا' یہ توطوطی تصور ہے جو قدیم زمانہ میں پایا جاتا تھا' جس میں ایک خیالی جانور کا تصور پایا جاتا تھا۔

نصرانیت میں بدن کی پاکی اور صفائی سے متعلق معلومات نہ ہونے نے بھی مجھے نصرانیت سے دور کیا' خاص طور سے عبادت سے پہلے کس طرح سے پاکی حاصل کی جائے؟

اس سلسلہ میں نصرانیت میں کوئی واضح معلومات نہیں تھیں' اس سے میرے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ چیز تو خالق کائنات کے محترم ہونے میں حائل ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح روح کو پیدا کیا ہے' جسم کو بھی اسی نے بنایا ہے اور ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے جسموں کے معاملہ میں ہم غافل نہ ہوں اور ہم نے یہ دیکھا کہ انسانی طبیعت سے متعلق علوم کے بارے میں نصرانیت خاموش جب کہ اسلام انسانی طبیعت کی رعایت کرنے والا تھا مذہب ہے' لیکن میرے اسلام قبول کرنے کا سب سے بنیادی سبب قرآن ہے۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کردیا' اس سلسلہ میں مالک بن نبی کی کتاب بہت پسند آئی' اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اس کائنات کے بارے میں قرآن سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے' میں نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرلیا اور اس سے میں پوری طرح مطمئن بھی ہوگیا' چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے جو وحی کی تھی وہ وحی جو نظریات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے' اس سے نئی سے نئی علمی بحثیں منصۂ شہود میں آرہی ہیں' تنہا یہ چیز میرے اطمینان کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرنے کے لئے کافی ہے۔

میں پیرس کی مسجد گیا اور اپنے ایمان کا اعلان کیا' پیرس کے مفتی نے مسلمانوں کے رجسٹر میں میرا نام درج کیا' اور مجھ کو (علی سلیمان) کا نام تفویض ہوا' میں نئے عقیدہ کے سائے میں آکر بہت خوشی محسوس کررہا ہوں۔

مجھے جس چیز کی تلاش تھی' مل گئی:

بھائی محمد مارک' ان ہزاروں میں سے ایک ہیں' جنہوں نے اسلام کے سائے میں پناہ لی ہے' یہ یورپ کے غیر شہری ماحول کے پروردہ ہیں' جو ماحول خاندانی روایات کا امین و نگہبان ہے' بچپن ہی سے یہ اپنی (خاندانی) روایت اور اصول و ضوابط سے وابستہ تھے' بہتر زندگی کی تلاش میں انہوں نے ابتداء ہی میں اپنے والد کا گھر چھوڑ دیا' اور یہ مرحلہ ان کے لئے بڑے تلخ تجربات کا سبب بنا' انہوں نے دیکھا کہ غلبہ صرف قوت و ذہانیت کو حاصل ہوتا ہے' اس کے لئے سچائی اور حق کی کوئی اہمیت نہیں ہے' اس چیز نے ان کو حیرت میں اور پریشانی میں مبتلا کردیا اور ان کے اندر مختلف سوالات پیدا ہوگئے۔

انہوں نے سچائی اور حق کو تلاش کرنا چاہا تو ان دونوں چیزوں کو اپنے اردگرد نہ پاسکے' تب انہوں نے دوسرے مذاہب اور ادیان میں جیسے کہ ہندومت' بدھ مت' کنفوشیمت میں ہے' میں اپنے لئے راستہ تلاش کرنا چاہا' لیکن ان کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ مزید تاریکی میں گم ہوتے جارہے ہیں' ان کو ان سارے مذاہب میں روشنی نہیں ملی' پھر ان کی یہ تلاش و جستجو ان کو کلیسا کی طرف لے گئی' پہلے مرحلہ میں وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب (ان کے درد کا مداوئی حاصل ہوگیا) کہ ان کو ان کی پریشانی اور ان سوالات کے جوابات مل گئے' لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ مغفرت کے پروانے بیچتے ہیں تو وہ اس بات پر بہت الجھن میں پڑ گئے' چنانچہ انہیں سخت مایوسی ہوئی اور انہوں نے زندگی سے علیحدگی اختیار کرلی' انہوں نے محسوس کیا کہ یہاں جسم تو ہے لیکن روح سے خالی ہے۔

اسی دوران ان کو ایک اسلامی ملک میں کام کرنے کا موقع ملا اور پہلی مرتبہ انہوں نے سکون محسوس کیا' اس سے پہلے وہ اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے' اسلام کی جو معلومات انہیں تھیں وہ صرف سطحی معلومات تھیں' سب سے پہلے جس چیز نے ان کو متاثر کیا وہ وہاں کے رہنے والوں میں اپنے اوپر' اپنے مقاصد اور زندگی میں جو ان کے مقاصد ہیں اس پر پوری طرح اعتماد تھا' پھر اذان کی تشریح سے اور اس کے معانی سن کر وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے' انہوں نے قرآن سننا شروع کردیا' لیکن وہ اس کے ایک حرف کو بھی نہیں سمجھتے تھے' مگر صرف سننے سے اس کی عظمت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی گئی اور وہ اس کی طرف مائل ہوتے گئے' گویا ایک روشنی ان کے اندر روشن ہوچکی تھی' ان کو خلیج کے ایک ملک میں کام کرنے کی پیشکش ہوئی' وہ وہاں آئے' اس وقت تک اسلام سے ان کا رشتہ صرف ایک ہمدردی کا رشتہ تھا' اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا' یہاں سے ان کے اندر سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے' ان سوالات کے سلسلہ میں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرنے' سمجھنے کی کوشش کی' آہستہ آہستہ ان

کے اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا کہ اسلام ہی ان کے جستجو کا حاصل ہے یہی دین ہے جو مومن کو سکون اور سلامتی عطا کرنے کے ساتھ زندگی کا ادراک بھی عطا کرتا ہے' ہر سوالات کے جوان کو حیران کیے ہوئے تھے جوابات انہیں مل گئے' کیوں پیدا کیے گئے؟ اور زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اور یہ امیدیں کہاں جا کر ختم ہوں گی؟ وہ اپنا فارغ وقت مسلمان دوستوں سے گفتگو کرنے میں گزارتے تھے' ان سے واقفیت حاصل کرتے' دین اسلام کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کرتے اور اس کی تعلیم حاصل کرتے' آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی حقانیت کھول دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا' اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو اس کا یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دین فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

پردہ کے اہتمام نے مجھے اسلام تک پہنچایا:

جہاں تک ڈاکٹر محمد کوبا کا تعلق ہے تو وہ ایک امریکی النسل مسلمان طالبہ کے شرعی پردہ کو دیکھ کر جو کہ اپنے دین کو پسند کرتی تھی اور اپنے پردہ پر جس کو ناز تھا وہ اسلام لائے' اس چیز کو دیکھ کر صرف وہی اسلام نہیں لائے بلکہ ان کے ساتھ یونیورسٹی کے تین ڈاکٹر استاذ اور چار طالب علموں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ایک ساتھ ان ساتوں کے جو بعد میں اسلام کے داعی بن گئے' ساتھ اسلام قبول کرنے کا سبب اس لڑکی کا شرعی پردہ بنا' کوبا اپنا واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

پانچ سال پہلے ہماری یونیورسٹی میں ایک بڑا طوفان کھڑا ہو گیا' ہوا یہ کہ ایک مسلمان امریکی طالبہ نے جو پردہ میں تھی' یونیورسٹی میں بغرض تعلیم داخلہ لیا' یونیورسٹی کے اساتذہ میں ایک ایسا شخص بھی تھا' جو اسلام سے بغض رکھتا تھا' اور بہت زیادہ متعصب تھا' تعصب میں وہ اس حد کو پہنچا ہوا تھا کہ جو بھی اسلام کی مخالفت نہیں کرتا تو وہ متعصب شخص اس کے بھی پیچھے پڑا رہتا تھا تو اب کیسے یہ ممکن تھا کہ یہ شخص اس باپردہ طالبہ کو قبول کر لیتا؟ اور اس کے اسلامی شعائر کو کیسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا؟ اس کی تو کوشش یہ رہتی تھی کہ اس کو اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات (کوئی ایسی کمزوری) ہاتھ آ جائے' جس کو وہ اچھال سکے' (اور اسلام کو بدنام کر سکے) اور اسلام کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کر سکے' اس طالبہ نے اس کے اس معاندانہ رویہ کو سکون کے ساتھ برداشت کیا اور اس کو سمجھانے کی کوشش کی' اس سے اس کا غصہ اور بڑھتا گیا' اور اس نے اس لڑکی کو اور زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا' اس کو سخت موضوعات پر کام کرنے کو کہتا اور اس کا نتیجہ بگاڑ دیتا' جب یہ بیچاری لڑکی پریشان ہو گئی اور ان پریشانیوں سے نکلنے کا اس کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا تو اس نے معاملہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے سامنے رکھا اور اپنے موضوع کے سلسلے میں غور و فکر کرنے کا مطالبہ کیا' دفتر نے اس موضوع کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد کرنے کی تجویز رکھی' جس میں دونوں فریق یعنی ڈاکٹر اور طالبہ حاضر ہوں تا کہ دونوں کا قضیہ سامنے آئے اور شکایت کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ کیا جائے' جلسہ کی متعینہ تاریخ پر یونیورسٹی کے اکثر اساتذہ اس میں شریک ہوئے' کیونکہ یونیورسٹی میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا مناظراتی جلسہ تھا' جلسہ کی شروعات اس طور پر ہوئی کہ طالبہ نے مدرس کے اس کے دین سے نفرت کرنے کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ اسی نفرت کی بنیاد پر وہ طالبہ کے علمی حقوق کو تلف کر رہا ہے اور اپنی بات کے ثبوت کے لئے طالبہ نے بعض مثالیں بھی پیش کیں اور اپنے ساتھ پڑھنے والے بعض طالب علموں جن کے درمیان آپس میں ایک ہمدردانہ تعلق تھا اور جو اس کے ساتھ رہتے تھے کی رائے بھی سنائیں۔ ان طالب علموں نے لڑکی کے حق میں رائے دی اور اس کے حق میں جو سچی بات ہو سکتی تھی دین کے اختلاف کے باوجود اس کے کہنے سے ان لوگوں نے احتراز نہیں کیا' اس صورتحال کو دیکھ کر ڈاکٹر نے اپنے دفاع کی کوشش کی اور بات کو جاری رکھتے ہوئے لڑکی کے مذہب کو برا بھلا کہنے لگا' پھر بھی لڑکی اسلام کا دفاع کرتی رہی۔

لڑکی نے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات پیش کیں' اس کی گفتگو ہمارے لئے متاثر کن تھی' ہم نے جب اس کی بات کاٹ کر اپنے اعتراضات کے استفسار طلب کئے تو وہ ان کے جواب دینے لگی' پروفیسر نے جب ہمیں اس سے گفتگو کرتے دیکھا تو وہاں سے کھسک گیا' اس کو ہماری اسلام سے واقفیت حاصل کرنے سے دلچسپی پسند نہیں آئی اور جن لوگوں کے لئے یہ موضوع اہم نہیں تھا وہ بھی چلے گئے' لیکن ہم میں سے جو لوگ اس گفتگو میں دلچسپی رکھتے تھے وہ وہاں ٹھہرے رہے اور گفتگو سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

آخر میں لڑکی کھڑی ہوئی' اس نے اسلام کا تعارف دو صفحات میں لکھ رکھا تھا' وہ دو صفحات اس نے تقسیم کئے' اس میں ان اسباب کا بھی ذکر کیا جس کی وجہ سے اس نے اس عظیم دین کو قبول کیا تھا' پھر اس نے پردہ کی اہمیت اور اس کے اثرات کے بارے میں بیان کیا تھا' اور اس اوڑھنی اور سر کے ڈھکنے کے سلسلہ میں جو کہ اس پورے طوفان کا سبب بنا' اس نے اپنے احساسات کا بھی تشریح کے ساتھ

ذکر کیا تھا' اس کا بیان بہت صاف اور اطمینان بخش تھا' جلسہ میں کوئی تجویز پاس نہ ہو سکی' اس نے کہا کہ وہ اپنے حق کے لئے لڑتی رہے گی اور اپنے موقف پر ڈٹی رہے گی' اور اس نے وعدہ کیا کہ اگر کامیابی اس کو نہ ملی تو وہ مزید کوشش کرے گی' اگرچہ اس کی تعلیم لیٹ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اس کا موقف بہت مضبوط تھا اور دیگر استادوں کو بھی لڑکی کے اپنے مبادیات پر اس قدر ثابت قدم رہنے کی توقع نہیں تھی' مدرسین اور طلباء کے سامنے اس کے ڈٹے رہنے نے ہم کو حیران کر دیا اور یونیورسٹی کے اندر یہ قضیہ بحث و مباحثہ کا موضوع بن گیا' جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو دین کی تبدیلی کے سلسلہ میں ہمارے اندر ذہنی کشمکش شروع ہو چکی تھی' اور اسلام کے بارے میں جو کچھ معلومات ہمیں پہنچیں ان میں سے اکثر سے مجھے محبت ہو گئی' اور اس چیز نے اسلام قبول کرنے پر مجھے راغب کر لیا' چند ہی مہینوں کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور میری اتباع میں دوسرے اور تیسرے ڈاکٹر نے اور چار طالب علموں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہدایت کا سبب بنی:

سوسن ہندی کٹر نصرانی تھیں' وہ چرچ پابندی سے جاتی تھیں اور اپنے عقیدہ کے سلسلہ میں بڑی پرجوش تھیں' ان کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح اسلام' عقیدہ' شریعت اور سلوک و طریقت کے اعتبار سے ایک مکمل مذہب ہے' اسی طرح عیسائیت بھی ہر اعتبار سے مکمل ہونی چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عبقریت کا قصہ پڑھ کر جوان کے درس میں شامل تھا' ان کو اس کی خواہش ہوئی' اسی وجہ سے عربی زبان جس سے انہیں عشق تھا کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا انہیں شوق ہوا' اس کی وجہ سے انہوں نے کلیہ الآداب کے قسم اللغۃ العربیہ میں داخلہ کو آسان سمجھ کر وہاں داخلہ لینا چاہا' لیکن چونکہ یہ صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص تھا' جس کا انہیں علم نہیں تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت نے انہیں حیرت میں ڈال دیا تھا' یہی وجہ تھی کہ وہ اعلیٰ عربی زبان کے حصول کی طرف راغب تھیں۔ سوسن کہتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کا حق تھا کہ مائیں عمرؓ جیسی شخصیت پیدا کرنے سے بانجھ ہو گئی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو سیاسی اعتبار سے مسلم حکومت کو استحکام عطا کیا' جب کہ حضرت عمرؓ نے سیاسی اور فکری دونوں حیثیتوں سے اسلامی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ سوسن کہتی ہیں کہ میرے خاندان کو تو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی' میرے والد تو مطالعہ میں وسعت کی غرض سے اسلامی کتب کے مطالعہ سے منع نہیں کرتے تھے' یہاں ایک شخص ایسا بھی تھا' جس کو میرے احساسات اور میری پریشانیوں کا احساس تھا' کھلے ذہن کا ایک نوجوان پادری جس کی سوچ آزاد تھی وہ مجھ سے کہتا تھا کہ تم اسی کی پابند ہو' جس کو تم صحیح سمجھتی ہو' انجیل کے نصوص جو تم کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیں تم اس کی پابندی نہ کرو' میرا خیال ہے کہ تم حقیقت کی تلاش و جستجو میں ہو اور جس وقت انہیں عربی زبان کے شعبہ میں داخلہ نہ لے سکنے کی وجہ سے میرے حزن و ملال کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے شعبہ تاریخ میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا اور کہا کہ جس کی تمہیں تلاش ہے' تاریخ میں وہ سب کچھ تمہیں مل جائے گا' اس پادری کا موضوع بھی تاریخ تھا۔

سوسن اپنی گفتگو جاری رکھتی ہیں: جس وقت میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا' یہ وہ وقت تھا کہ میں نصرانیت کے سلسلہ میں پریشان تھی' انجیل اور اس کی شروعات سے میرا اعتماد اٹھ چکا تھا' لیکن یہاں پر ایک دوسرا پہلو یہ بھی تھا' میں اس راز کو پوشیدہ نہیں رکھوں گی کہ میرے اسلام کا اعلان کرنے میں انجیل ہی میرے لئے مددگار ثابت ہوئی' کیونکہ میں نے جس وقت انجیل کا قرآن سے موازنہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ قرآن سے انجیل کا موازنہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

مزید وہ کہتی ہیں:

یونیورسٹی میں میری ایک نوجوان سے اس سلسلہ میں بہت ہی دل کھول کر گفتگو ہوئی اور گفتگو کے اختتام پر ہم لوگ دوست بن چکے تھے۔ اخیر سال میں' میں اس سلسلہ میں ایک استاذ سے جو کہ اپنے دین کی وضاحت کے سلسلہ میں بہت زیادہ تنگ نظر نہیں تھے' گفتگو کرنے کا پروگرام بنایا' اخیر سال میں امتحان کے موقع پر اس استاذ کو اچانک اسلام سے مکمل طور پر مطمئن ہو کر میرے اسلام قبول کرنے کے ارادہ کا علم ہوا اور جس وقت استاذ نے مجھ سے امتحان تک ٹھہرنے کو کہا تو میں پریشان ہوئی' لیکن اپنے موقف پر قائم رہی اور اپنی ایک سہیلی کے خاندان والوں کے ساتھ رہنے کے لئے میں نے اپنا گھر اس مقصد کے تحت چھوڑ دیا تاکہ میں اسلام کا اعلان کر سکوں' میرے واپس ہونے سے جب میرے خاندان والے مایوس ہو گئے تو غصہ میں ان کا برا حال ہو گیا اور انہوں نے میرے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ مجھے اغوا کر لیا گیا ہے' لیکن میں نے پولیس اسٹیشن جا کر وضاحت کر دی کہ میں اپنی مرضی سے ٹھہری ہوئی ہوں' میں نے ایک اقرار نامہ لکھ کر دیا کہ مجھے اغوا نہیں کیا گیا' پھر میں نے ایک مسلمان نوجوان سے شادی کر لی۔

☆☆..........☆☆

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

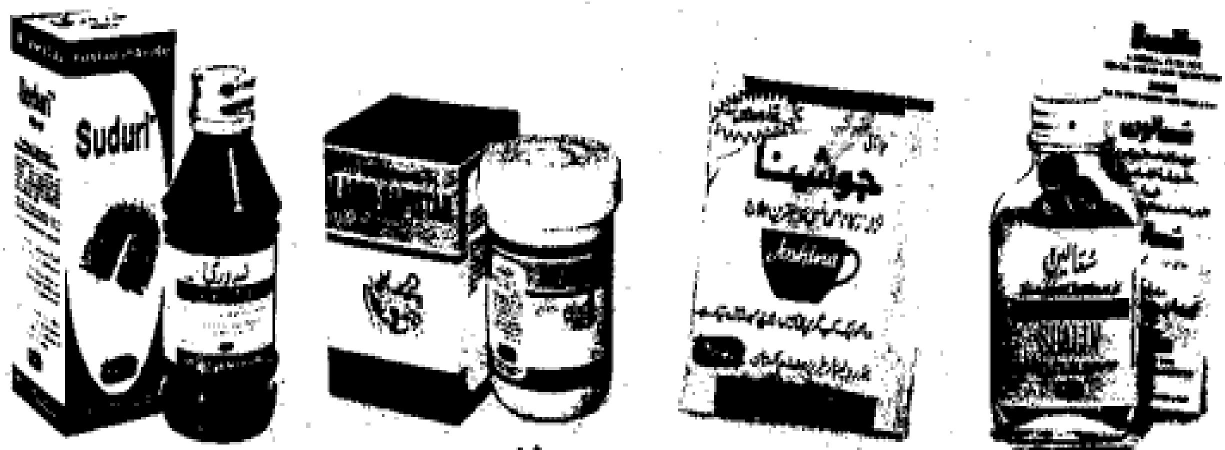

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ شُعالین گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد وخشک موسم یا گردوغبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔
شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

شعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے۔
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

اخوت و مساوات کے عملی نمونے

ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی

دنیا کے ادیان و مذاہب میں اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے دور اول ہی میں شریعت، احکام اور اخلاق کے اعلیٰ عملی نمونے پیش کیے اور ایک ایسا معاشرہ تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا کہ جو تا قیامت مثال اور نظیر اور نمونے کے طور پر قائم و دائم رہے گا۔ کون نہیں جانتا کہ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک ایک کا نام لے کر رشتۂ اخوت قائم کیا اور یہ اخوت مرتے دم تک قائم رہی، ہر انصاری نے اپنے بھائی مہاجر کو اپنی ملکیت جائیداد اور کاروبار میں سے نصف حصہ دے دیا، یہاں تک کہ اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو اس نے اپنے بھائی مہاجر کو اختیار دیا کہ جو بیوی اسے پسند ہو، اسے اپنے نکاح میں لے آئے، اس کی پسند کے بعد انصاری بھائی نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی اور کتاب و سنت کے مطابق مہاجر بھائی سے اس کی شادی کرنے میں پورا تعاون کیا، مہاجر بھائیوں میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے اپنے انصاری بھائی سے بازار کا راستہ دریافت کیا اور اس سے اس کے سوا اور کچھ نہ لیا، خدا تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں بڑی برکت عطا فرمائی۔

اسی طرح اسلام نے رنگ، نسل، قوم و ملک کے امتیاز کو ختم کر کے سب کو برابر یکساں اور مساوی قرار دیا، اگر کوئی فضیلت و امتیاز حاصل ہوا تو صرف صلاح و تقویٰ کی بنیاد پر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"

ترجمہ: "خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو متقی و پرہیزگار ہو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں نہ صرف مساوات و اخوت کے واضح خطوط و علامات بیان فرمائیں بلکہ دنیا میں سب سے پہلے حقوق انسانی کے وثیقے کا اعلان فرمایا:

"لوگ آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام مٹی سے تھے، کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر کوئی برتری حاصل نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔"

آیئے اسی اعلان کی روشنی میں ہم اسلامی معاشروں میں عملی نمونے بھی دیکھتے چلیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں بہت بڑی تعداد جمع تھی، جن میں وہ قبائل اور ان کے بارعب اور بڑے جاہ و جلال کے سرداران جمع تھے جو پہلے ہر ایک کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا پسند نہ کرتے تھے، مگر منیٰ، میدان عرفات اور مزدلفہ میں نماز کی صفوں میں اور مسجدوں میں ایک ساتھ، ایک وقت اور یکساں طور پر اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے اور نماز ادا کرتے تھے اور کسی قسم کی کوئی کدورت، نفرت اور حقارت کا مظاہرہ نہ ہوا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آیئے دور دیکھئے مقدس کعبے کے اوپر چھت پر کون کھڑا ہے؟ اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اذان کا حکم دیا ہے، ارے یہ تو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں، جو اسی مکہ میں ایک سردار امیہ بن خلف کے غلام تھے، اور سیاہ فام ہونے کی وجہ سے ان سے اچھوتوں جیسا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد اسی امیہ بن خلف اور اس کے گھرانے کے سردار ابوجہل اور صفوان بن امیہ نے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور ان کی زبان مبارک سے صرف "احد احد" کی آواز نکلتی رہی۔ آج ان کو اسلامی معاشرے میں یہ عزت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ اسلام کی عظمت اور مساوات و اخوت اسلامی کا عملی نمونہ ہے کہ دور جاہلیت کا ایک سیاہ فام غلام اہل جاہلیت کے نزدیک بھی مقدس حرم...... کی چھت پر پیروں کے بل چلتا ہے اور اس پر کھڑا ہو کر اذان پوری کرتا ہے۔ اہل جاہلیت نے اپنی آنکھوں سے اسلام کے اس عظیم کردار کا مشاہدہ کر لیا، کیا بزعم خود ترقی یافتہ مہذب مغربی دنیا آج بھی کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے کہ جس میں علم، فضل، عقل و اخلاق اور ایمان کی بنیاد پر انسان عظمت و برتری کی چوٹی پر پہنچ

جائے' نہ کہ سفید کھال اور گورے چہرے مہرے کے طفیل میں؟ یہاں تو اگر ایمان وعمل نہیں تو انسان کا سفید فام ہونا آگے نہیں بڑھا سکتا اور کسی کو سیاہ فام ہونے کی وجہ سے پیچھے نہیں ہونا پڑے گا۔

لشکر اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے اور بابلیون کے قلعے تک پہنچ جاتا ہے' مصر کا بادشاہ مقوقس مسلمانوں سے گفت وشنید کے لئے ایک وفد بھیجتا ہے جو مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارے بادشاہ سے گفتگو کے لئے کوئی وفد روانہ کیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد کی تشکیل دیتے ہیں اور اس کے سربراہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو منتخب کرتے ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ لمبے چوڑے سیاہ فام انسان تھے' جس وقت مقوقس کے دربار میں وفد داخل ہوتا ہے' مقوقس حضرت عبادہؓ کے ڈیل ڈول اور جسم کی سیاہی سے خوفزدہ ہوجاتا ہے' گھبرا کر کہتا ہے کہ اس کالے آدمی کو دور ہٹاؤ اور کسی دوسرے کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھاؤ' مسلم وفد کے افراد جواب دیتے ہیں: یہ سیاہ فام ہمارے سردار ہیں' ہم سب سے بہتر اور ہم سب میں سب سے زیادہ ذی علم اور اچھی رائے رکھنے والے ہیں' ہم انہی کی رائے اور حکم کی بجا آوری کرتے ہیں' ہمارے سربراہ نے انہیں ہمارا سردار بنایا ہے اور ان کا حکم ماننے کے لئے ہمیں ہدایت دی ہے' مقوقس نے کہا کہ تم نے کالے شخص کو اپنا سردار کیسے بنالیا' حالانکہ یہ تم لوگوں سے کمتر ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں! وہ اگرچہ کالے ہیں' لیکن ہم سے بہتر اور درست رائے کے مالک ہیں اور ہمارے یہاں کالا ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ مقوقس نے مجبور ہو کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے کہا: اچھا تو آگے بڑھ اے سیاہ فام اور مجھ سے نرمی سے گفتگو کر' کیونکہ میں تیری سیاہ فامی سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عبادہؓ نے مقوقس کو سیاہ فامی سے ڈرتا ہوا دیکھ کر فرمایا: ہمارے لشکر میں ایک ہزار سیاہ فام افراد ہیں جو مجھ سے زیادہ کالے ہیں۔

فراخ دلی' اعلیٰ کردار اور انسان کی قدر ومنزلت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

بنوامیہ کا عالی مرتبت اور بڑے جاہ وجلال کا خلیفہ عبدالملک بن مروان دمشق سے حج کے لئے مکہ مکرمہ آتا ہے' وہاں اس کی ملاقات مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے عالم' فقیہ اور عظیم محدث وامام عطا بن ابی رباح سے ہوتی ہے' وہ برسر عام موسم حج میں اعلان کراتا ہے کہ فتویٰ صرف عطا بن ابی رباح دیں گے' ان کی موجودگی میں کسی کو فتویٰ کا حق نہیں دیا جاتا۔ سن لیجئے: یہ عطا بن ابی رباح کیسے تھے؟ انتہائی کالے' ایک آنکھ سے معذور' چپٹی ناک' لنگڑے لولے اور پریشان بال آدمی کوئی ذرا دیر بھی ان پر نگاہ نہ جما سکتا تھا' اپنے حلقۂ درس میں جب شاگردوں کے درمیان بیٹھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے روئی کے کھیت میں سیاہ کوا بیٹھا ہے۔ حضرت عطا بن ابی رباح کے لئے مثال کچھ نامناسب سی ہے' جس کے لئے معذرت خواہ ہوں' مگر اس مہذب اور شائستہ دنیا کو یہ بتانے کے لئے جس نے نسل پرستی کی' اس مہذب وترقی یافتہ دور میں ببانگ دہل سرپرستی کر رکھی ہے' آج سے چودہ سو برس قبل ہمارے عظیم مذہب نے اس سیاہ فام کو اپنا امام اور اپنے مقدس ترین شہر کا مفتی' فقیہ اور محدث کے مرتبہ پر فائز کیا تھا' جس کے حلقۂ درس سے ہزاروں سند فراغت لے کر اس کے لئے اپنے دل میں محبت والفت' قدردانی اور احترام واعزاز کا مینار کھڑا کر رکھا تھا۔

ایک حضرت عطا بن ابی رباح نہیں بلکہ کتنے ایسے علماء' فضلاء' اتقیاء' ادباء' وشعراء ہیں' جن کو امت مسلمہ نے اپنے سینے سے لگایا اور نگاہوں میں بٹھایا۔ مشہور شاعر نصیب' مشہور فقیہ عثمان بن زیلعی جنہوں نے حنفی فقہ کی مشہور کتاب "کنز" کی شرح لکھی' گراں قدر کتاب "نصب الرایہ" کے مصنف حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی کالے تھے اور حبشہ کے شہر زیلع کے باشندے تھے۔

چوتھی صدی میں مصر کا مشہور بادشاہ کافورا خشیدی سیاہ فام غلام نسل سے تعلق رکھتا تھا' جس کو عربی کے عظیم شاعر ابوالطیب المتنبی نے اپنی شاعری کے ذریعے شہرت دوام بخشی۔

آخری عہد نبوی کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ کیجئے:

مدینہ منورہ کی ایک گلی میں کسی بات پر جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر غفاری اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما میں لڑائی ہوگئی' بات اس حد کو پہنچی کہ سخت غصے کے عالم میں حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت بلال حبشیؓ کو مخاطب کرکے فرمایا: اے کالی کلوٹی کے بچے! حضرت بلال حبشیؓ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری سے دریافت فرمایا: بات ثابت ہوجانے پر فرمایا: ابوذرؓ! تمہارے اندر اب تک جاہلیت کا خمار باقی ہے؟ یہ لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ حضرت ابوذر کو سخت ندامت اور شرمندگی ہوئی' انہوں نے توبہ کی اور حضرت بلالؓ سے گزارش کی کہ وہ اپنے پیروں سے ان کے رخسار کو روندیں تاکہ آئندہ پھر کبھی اس جاہلانہ حرکت کی جرأت نہ ہوسکے۔ یہاں تو عزت وذلت کا دارومدار ایمان وعمل پر ہے نہ کہ رنگ وروپ اور نسل وقوم پر۔

"فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ' ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔"

☆☆..................☆☆

شہدائے ختم نبوت کا دن

قادیانی نبوت کے انکار سے' اس کے کردار سے' اس کی گفتار سے' دین کی آبرو کل بھی خطرے میں تھی اور آج بھی خطرے میں ہے۔

۷/ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز دن ہے۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی تاریخ میں یادگاری دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا' اس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۹۰ سالہ پرانے مسئلہ پر تاریخ ساز فیصلہ دیتے ہوئے پانچ بج کر ۵۲ منٹ پر اعلان کیا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور اس وقت کے وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے ترمیمی بل پیش کیا اور حسب ذیل قانون وضع کیا گیا:

۱:...... یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲:...... یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جو بعد ازیں آئین کہلائے گا' دفعہ ۱۰۶ کی شق نمبر ۳ میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت/ لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کیے جائیں۔ دفعہ ۲۶۰ شق نمبر ۲ کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی ۳: جو شخص حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا' جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی مدعی کو نبی' مصلح تسلیم کرلے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ عقیدۂ ختم نبوت اتنا حساس اور مسلمانوں کے لئے اہم عقیدہ ہے کہ اس سلسلہ میں امت نے کبھی بھی کسی قسم کی غفلت یا اس عقیدہ میں معمولی سی کوتاہی یا فروگزاشت کے تصور تک کو اپنے اوپر طاری نہیں ہونے دیا' امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

قاری عبدالوحید قاسمی

کسی جھوٹے مدعی نبوت سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے' اور وہ شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں اب نئی نبوت و رسالت کا تصور تک ممکن نہیں ہے۔

نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ قتل ہوا تھا۔ خلیفہ اول بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف اسلام کی پوری قوت و طاقت یہاں تک کہ علمی میراث کے حاملین' مفسرین' محدثین' قرأ' حفاظ تک کو لشکر اسلام کے ساتھ روانہ کیا تاکہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات میں جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے' اس سے تین گنا زیادہ صحابہ کرامؓ جن میں اصحاب بدر' مفسرین' حفاظ' قرأ شامل تھے' عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے تاکہ ثابت کردیا جائے کہ مسلمانوں کو اس عقیدۂ ختم نبوت سے کس قدر محبت اور عقیدت ہے۔ اسی سلسلہ میں ۱۸۸۴ء میں علماء لدھیانہ کے عظیم مجاہد حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ نے سب سے پہلے مرزائی کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اور یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ آخر صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم نے صدارتی آرڈی ننس امتناع قادیانیت آرڈی ننس ۱۹۸۴ء کو جاری کیا تو اس وقت پوری ایک صدی ہوئی' مرزا قادیانی کے کفر کے حوالے سے علماء ربانی کی قربانیوں کی پوری ایک صدی مکمل ہوئی اور قانونی طور پر اور ہر اعتبار سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔

۷/ستمبر کو علماء ربانی کی پوری ایک صدی کی محنت رنگ لائی' مگر اس خطرناک فتنہ کی سرکوبی ابھی میرے اور آپ کے حصہ میں باقی ہے۔ اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے تمام مسالک کے علماء کرام نے عظیم قربانیاں دیں' جن میں علماء دیوبند' علماء اہلحدیث' علماء بریلوی اور بعض شیعہ حضرات بھی شامل تھے' ان کی قربانیاں اظہر من الشمس ہیں۔

اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے ہونہار شاگرد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد کے لئے بیعت کی اور شیرانوالہ گیٹ لاہور میں پانچ سو جلیل القدر علماء اور زعماء ملت نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے ان کو امیر شریعت کے اعزاز سے سرفراز کیا اور اسی سلسلہ میں قیادت کی اور اس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اس موقع پر بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور متفقہ طور پر ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں آیا اور متفقہ طور پر آئینی ترمیم منظور ہوئی۔

اس اعتبار سے ۷/ستمبر کا دن امت مسلمہ کے لئے ایک یادگار اور تاریخی حیثیت کا دن ہے کہ اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت و سربلندی پوری دنیا پر ظاہر ہوئی اور پاکستان کا ہر فرد مبارکباد کا مستحق ہے' یہ کسی ایک جماعت یا پارٹی کی جیت یا کسی لیڈر کی جیت نہیں تھی بلکہ یہ عقیدۂ ختم نبوت کی کامیابی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سربلندی کی جیت تھی۔ ۷/ستمبر کا دن ہماری تاریخ کا روشن دن ہے۔ ۷/ستمبر کا دن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے خوابوں کی تعبیر کا دن ہے۔ ۷/ستمبر کا دن دس ہزار شہداء (۱۹۵۳ء) کے خون کے رنگ لانے کا دن ہے۔ یہ دن مصور پاکستان شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے مرزائیت کے حوالے سے افکار و نظریات پر مہر تصدیق ثبت کرنے کا دن ہے اور اکابرین امت کی قربانیوں اور ایثار مسلسل جدوجہد کے انعام کا دن ہے۔

خانہ ساز نبوت کے خرمن کو خاکستر بنانے کا دن ہے۔ عظمت رسولؐ کے پرچم ختم نبوت کو بلند کرنے کا دن ہے۔ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے ہر آن مر مٹنے کے عہد کا دن ہے۔

آئیں ہم سب عہد کریں ہماری بقا' ہماری سربلندی' ہماری سرفرازی' ہماری عظمت ہمارے آقا نامدار ﷺ کی غلامی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں مضمر ہے' اسی غلامی میں ہزاروں آزادیاں قربان' ان کی لافانی محبت پر ہزاروں محبتیں قربان:

درو دل مسلم مقام محمد است
آبروئے ما زنام محمد مصطفی است

☆☆..................☆☆

ہمارے دم قدم سے ہے خیابانوں میں رعنائی

جانباز مرزا

ہمارا دم غنیمت ہے کہ تم نے زندگی پائی
ہمارے خون کا صدقہ گلستاں میں بہار آئی

بہائیں گے لہو اپنا ہم آزادی کی راہوں میں
خدا شاہد ہے ہم نے دار پر چڑھ کر قسم کھائی

اسی خاطر زمانے کا چلن نالاں رہا ہم سے
کہ ہم سے ہو نہیں سکتی زمانے کی پذیرائی

خداوندانِ لندن اس لئے روٹھے رہے ہم سے
درِ باطل پہ ہم سے ہو نہیں سکتی جبہ سائی

فقیروں میں رہے ہیں اور فقیرانہ گزاری ہے
قدم لیتی رہی گرچہ زمانے کی شہنشاہی

ہمارے راستہ میں قفس کی یہ تتلیاں کیا ہیں
جہاں دار و رسن ہیں ہم اسی منزل کے ہیں راہی

ہمیں جانباز رونق ہیں تمہارے آستانے کی
ہمارے دم قدم سے ہے خیابانوں میں رعنائی

ابیاتِ مناجاتیہ

سید العارفین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

مجال ہے کچھ بھی کرسکوں میں جو تو نہ توفیق اے خدا دے　　تری مشیت ہے سب پہ غالب یہ سچ ہیں سب مرے ارادے
بہت دنوں رہ چکا نکما بس اب مجھے کام کا بنا دے　　میں کب سے ہوں محوِ خوابِ غفلت بس اب جگا دے بس اب جگا دے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

راہِ طلب میں سوار سب ہیں پیادہ مثلِ غبار میں ہوں　　ترے گلستاں میں سب گل ہیں بس اک اگر ہوں تو خار میں ہوں
مجھے بھی کچھ ذکر آخرت ہو بہت ہی غفلت شعار میں ہوں　　رہا میں بیکار زندگی بھر بس اب تو مشغولِ کار میں ہوں

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

تجھے تو معلوم ہے الٰہی بہت ہی گندہ ہے حال میرا　　گناہ میں آلودہ ہورہا ہے رُواں رُواں بال بال میرا
یہ آخری دن ہے زندگی کے درست کردے مآل میرا　　تری محبت میں اب جیوں میں اسی میں ہو انتقال میرا

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

کرم سے تیرے بعید کیا ہے جو فضل مجھ پر بھی میرے رب ہو　　تری مدد ہو مری ہو کشش تری کشش ہو مری طلب ہو
بدی میں گزری ہے عمر ساری نصیب توفیق نیک اب ہو　　رہوں میں مشغول ذکر و طاعت بس اب یہی شغل روز و شب ہو

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

عنایتِ خاص کو الٰہی میں تیرے قربان عام کردے　　اس اپنے ادنیٰ غلام کو بھی نصیب اب قرب نام کردے
میں ہائے کب تک رہوں ادھورا بس اب تو پُر میرا جام کردے　　فنا کا وہ درجہ اب عطا ہو جو کام میرا تمام کردے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنارہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی
کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے
میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرتِ رسولِ آخرینؐ،
سیرتِ الصحابہؓ، دینی واصلاحی مضامین شائع کئے
جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین
ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب
نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور
دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے